فون نمبر: 5863260
5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد　نائب مدیر: حامد رحمٰن
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 101 | 30 ربیع الاوّل تا 27 ربیع الثانی 1435 ہجری یکم تا 28 فروری 2014ء | شمارہ نمبر 3-4

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے مُحِبّوں کی علامات

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے　　کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُن سے محبت رکھتا ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو ان کے دلوں پر سے پردہ اٹھاوے جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا۔ اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور یہ پردہ اٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت میں میسر نہیں آسکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا اس کو مخاطب کر کے اَنَا الموجود کی بشارت دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت اس کے خیالی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے اور سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جل شانہ اپنے وجود سے خبر دیتا ہے اور پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر اُن پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ اُن کی دعائیں جو ظاہری اُمیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دے دیتا ہے تب اُن کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے۔ جو ہماری دعائیں سنتا اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کا پتہ لگتا ہے۔ اگرچہ جگانے اور تنبیہہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اور ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے اور جب مقرب انسان دُعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلی فرماتا ہے اور اپنی رُوح اس پر نازل فرماتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبول کی بشارت دیتا ہے اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے اس کو نبی یا محدث کہتے ہیں۔ اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے ہیں جو محدث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالیٰ آمنے سامنے کلام کرلے اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں۔ سو یہی معیار حقیقی اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے۔'' (حجتہ الاسلام ص ۳)

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے تحریک میں شمولیت کے لئے ذیل کے شرائط مقرر کئے:

دس شرائط بیعت،

۱۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

۲۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

۳۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اُس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا وِرد بنائے گا۔

۴۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

۵۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلّت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

۶۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواو ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

۷۔ یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

۸۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اِسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

۹۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

۱۰۔ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار اطاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلےٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(''ازالہ اوہام'' از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، بانی سلسلہ احمدیہ صفحات ۸۵۳، ۸۵۴-۱۸۹۱ء)

خطبہ جمعتہ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
برموقع صد(100) سالہ یومِ تاسیس احمدیہ انجمن لاہور
بمقام جامع دارالسلام لاہور

قرآن کریم کے دومقامات سے میں نے آپ کے سامنے آیات پڑھی ہیں۔ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

’’اللہ بےانتہاءرحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے‘‘

ترجمہ:’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور تم نہ مرو مگر ایسی حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو اور سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ نہ کرو‘‘(سورۃ آل عمران آیت 102-101)

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو(ایک) قوم (دوسری) قوم پر ہنسی نہ کرے شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں (دوسری) عورتوں پر ہنسیں شاید وہ اُن سے بہتر ہوں۔اور اپنے لوگوں کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو نام دہرو، ایمان کے بعد بُرا نام کیا ہی بُرا ہے اور جو توبہ نہ کرے تو وہی ظالم ہیں۔‘‘(سورۃ الحجرات ۴۹: آیت ۱۱)

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو بہت گمان (بد) کرنے سے بچو، کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے اور نہ ایک دوسرے کے بھید ٹٹولو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا کہو۔کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم اس سے کراہت کرتے ہو اور اللہ کا تقویٰ کرو۔اللہ تعالیٰ رجوع برحمت کرنے والا ہے‘‘۔(سورۃ الحجرات ۴۹: آیت نمبر ۱۲)

سورۃ آل عمران کی آیات میں ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ وہ ایسا تقویٰ کریں جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے اور سورۃ الحجرات کی آیات میں اُن کو ایسے احکامات کی طرف توجہ دلاتا ہے جس میں باہمی ترقی اور کامیابی کی پختہ بنیاد ہے اور متقی بننے کی اہم شرائط بھی ۔ کیونکہ جن انسانی کمزوریوں کا ذکر ان آیات میں ہے ان میں اکثر لوگ مبتلا ہیں ۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بتادیا کہ جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں اور اس طرح توبہ کا دروازہ کھلا رکھا تاکہ ہم اپنی غلطیوں کی معافی مانگ سکیں۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ ہم سب اپنے آپ کو ایمان لانے والوں میں شامل کرتے ہیں اور سب مسلمان کہلاتے ہیں بلکہ ایک دوسرے سے اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہیں اور اپنی اپنی اَنا پرستی میں مبتلا ہیں ۔کسی نے خوب کہا ہے کہ:’’میرے اور میرے اللہ کے درمیان ’میں‘ ہی حائل ہوں‘‘ اگر ہم اپنی ہستی کو بیچ میں سے ہٹادیں اور اللہ کی طرف مکمل توجہ کردیں تو پھر ہمارے اور اللہ کے درمیان فاصلہ نہیں رہتا۔

ہماری جماعت کو ملک کے قوانین نے اسلام سے خارج کردیا لیکن یہ کوئی وجہ نہیں بن سکتی کہ اس سے ہماری عبادت، کردار اور تقویٰ پر اثر پڑے۔ بلکہ ان آزمائش کی گھڑیوں میں تقویٰ اور اس کی خوبیاں اور پرورش پاتی ہیں۔جیسے کوئی دانہ اور بیج دب کر ہی پودا بن کر باہر نکلتا ہے۔اگر اس دانے کو کسی برتن میں رکھا جائے تو وہ جوں کا توں ہی رہتا ہے اس سے وہ سات سو (700) بیج نہیں نکلیں گے جن کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 261 میں آتا ہے۔اس لئے تمام آزمائشوں کو صبر واستقامت، دعاؤں اور نمازوں سے برداشت کرنا ہی ہماری روحانی ترقی کا ذریعہ بنے گا۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو بہت گمان (بد) کرنے سے بچو"

اس کے لئے ہم تہیہ کرلیں کہ بدگمانی کرنی چھوڑ دیں گے۔ ہم سب قرآن کی پیروی کریں اور اس رسی کو جو اس زمانہ کے امام نے ہمارے ہاتھوں میں دوبارہ تھمائی ہے ہم سب اُسے مضبوطی سے تھام لیں۔ ہمیں بدظنی سے بچنا ہے اور دوسروں پر بھید اور ٹٹولنے والی عادتیں بدلنی ہیں۔

اور سب سے زیادہ کراہت والی چیز جو قرآن کے نزدیک ہے یعنی کسی کی پیٹھ کے پیچھے باتیں کرنی چھوڑنی ہیں۔ قرآن اس عادت کی مثال یوں دیتا ہے:

"کیا تم میں سے کوئی پسند کرے کہوہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے"۔

جب ہم اپنے آپ کو بدلنے کا ارادہ کرلیں گے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرلیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اُس کی قربت کے راستے کھل جائیں گے۔

"اور اللہ کا تقویٰ کرو"

اب جتنی باتیں میں نے کہیں ہیں یہ قرآن ہی سے لی ہوئی ہیں۔ اور اتنی آسان زبان میں کہی گئی ہیں کہ اِس مسجد میں بیٹھا ہوا بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ کسی کے پیٹھ کے پیچھے باتیں کرنی اچھی نہیں، کسی کی جاسوسی کرنی اور کسی کے بُرے نام رکھنے اچھے نہیں۔

یہی قرآن کا اعجاز ہے کہ اُس کی آیات جن میں احکامات ہیں وہ ہر انسان سمجھ سکتا ہے اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے تو بات کی سمجھ نہ آئی۔ انہی آیات کا دوسرا پہلو ایسا ہوتا ہے کہ ان میں جو فلسفہ ہے اُس کو سمجھانے کے لئے مجددین اور محدثین آتے ہیں۔ اگر ایک بچے کو کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک رسی پکڑنے کو دی ہے اس کو اکٹھے مل کر پکڑو، تو بچے سمجھ جاتے ہیں۔ اگر ان کو کہہ دیا جائے کہ اللہ کا تقویٰ کرو اور اس کا حکم مانو تو وہ سمجھ جاتے ہیں تو پھر بڑے بھی سمجھ جائیں گے اور اس کے لئے کسی مجدد کے آنے کی ضرورت نہیں کہ وہ سمجھائے کہ اس چیز کو پکڑنا ہے اور تقویٰ کرنا ہے اور نہیں مرنا جب تک تم خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کرتے ہو۔

قوموں کی کمزوری کی وجہ:

میں نے سورۃ الحجرات کی جو آیات پڑھی ہیں اس میں بار بار لا ، لا ، لا آتا ہے کہ مت کرو، مت کرو، مت کرو اور یاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہے جو منع فرما رہا ہے۔ ماں باپ، استاد، پولیس وغیرہ کہیں کہ مت کرو تو ہم نہیں کرتے۔ لیکن جس سے خدا منع کرتا ہے ہم اُسے کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قومیں کمزور ہوتی جاتی ہے۔

والدین کا فرض:

یہ سب والدین کو چاہیے کہ وہ سورۃ الحجرات کی چار آیات گھر والوں کو سنائیں اور ان کو بار بار یاد دلائیں۔ کیونکہ قرآن نے فرما دیا ہے کہ **ذالک الکتاب لا ریب فیه ھدی للمتقین**، کوئی چیز جو ھدی للمتقین بن کر آئے اور جس کا مقصد اللہ اور بندوں میں رشتہ قائم کرنا ہو تو وہ عمل کے بغیر کیسے ممکن ہے۔ تقویٰ کا تصور یہ ہے کہ جب ہم خدا تعالیٰ کا حکم مانتے جائیں

سو(100) سال پہلے ہماری جماعت کا قیام ایک اصولی فیصلہ کے ماتحت ہوا۔ حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں اس جماعت نے نہایت ہی کم وسائل میں اسلام کی خدمت کا ذمہ اپنے اوپر لیا۔ ہم نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کو مسیح زماں مانا، مجدد زماں مانا لیکن ہم نے ان کو نبی نہیں مانا، ہم نے کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا۔ ہم آج اس جماعت کے سو سال پورے ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ چند لوگوں کے ہمراہ بانی جماعت و دیگر اکابرین حضرت مرزا صاحب کی اصلی تعلیم اور محدود وسائل لے کر لاہور آئے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی۔

گے تو ہم تقویٰ اختیار کرتے جائیں گے اور اوپر کی طرف جاتے جائیں گے۔ نیکیاں کرتے جائیں گے بڑھتے جائیں گے جہاں پر ہم نے غفلت کی تو سیدھا نیچے کی طرف آجائیں گے۔

بندگی یہ ہے کہ ہم جو نیکیاں کریں خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں نہ کہ اُس کی جنت پانے کے لئے۔ اور بدیوں سے ہم رکیں خدا تعالیٰ کی رضا پانے کے لئے نہ کہ اُس کی جنت پانے کے لئے اور گناہوں سے ہم بچیں اس کی رضا کے لئے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے

اسی لئے خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو غیب میں رکھا ہے۔ ورنہ وہ کیسے فیصلہ کرتا کہ مجھے دیکھے بغیر کون دین پر قائم رہتا ہے اور کون نہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور کے قیام کے سو(100) سال مکمل ہونے پر خداوند کریم کا شکر اور ہمارے فرائض

سو(100) سال پہلے ہماری جماعت کا قیام ایک اصولی فیصلہ کے ماتحت ہوا۔ حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں اس جماعت نے نہایت ہی کم وسائل میں اسلام کی خدمت کا ذمہ اپنے سر لیا۔ ہم نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کو مسیح زماں مانا، مجدد زماں مانا لیکن ہم نے ان کو نبی نہیں مانا، ہم نے کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا۔ ہم آج اس جماعت کے سو سال پورے ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ چند لوگوں کے ہمراہ وہ حضرت مرزا صاحب کی اصلی تعلیم اور محدود وسائل لے کر لاہور آئے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی۔

اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کریں۔ وہی خدا کے پیارے ہیں جو اُس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ اس جماعت کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور ہم سب پر فرض ہے کہ ہم تقویٰ حاصل کرنے کے لئے قرآن پر مکمل عمل کریں۔

سو سال پورے ہونے پر ہم خوش ہیں۔ یہ جماعت مٹائی نہیں گئی اور نہ ہی انشاء اللہ مٹے گی کیونکہ خدا کا وعدہ ہے۔ اس لئے سو سال پورے ہونے پر جہاں ہم تقریب منا رہے ہیں وہاں ہم یہ بھی عہد کریں کہ ہم اپنے اندر قرآن کے مطابق تبدیلی لائیں گے۔ اور قرآن کے مطابق تبدیلی لانا قرآن کو الماریوں میں رکھنے سے نہیں بلکہ اس کو پڑھنے اور عمل کرنے سے ہوگا۔

والدین کا فرض ہے کہ وہ اس کا انتظام کریں کہ اُن کے بچے قرآن پڑھیں اور جو مرکز سے نزدیک ہیں وہ اُن کو مرکز میں بھیجا کریں۔ ہمارے استاد اُن کو پڑھانے کے لئے موجود ہیں۔ قرآن کو معنوں کے ساتھ پڑھیں اور والدین بھی اُن کے ساتھ جو وہ پڑھ رہے ہیں وہ خود بھی پڑھیں اور اِن کو اس کا مفہوم آسان الفاظ میں سمجھائیں۔ ہم مرکز میں درس قرآن کریم دیتے ہیں۔ اس میں جتنے لوگ لاہور کے ہیں وہ اپنی فیملی کے ساتھ تشریف لائیں۔ درس قرآن کریم کا سلسلہ احمدیوں نے شروع کیا۔ نمازوں کا اہتمام رکھیں، اپنے اندر تبدیلیاں لائیں پھر ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ آزمایا ہوا نسخہ ہے۔

رسول کریم صلعم کی آمد سے قبل لوگ بدترین لوگ تھے مگر جب وہی لوگ رسول کریمؐ پر ایمان لائے تو اولیاء اللہ بن گئے۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں بے شمار افراد جماعت اولیاء اللہ بن گئے، صاحب الہام بن گئے ان کو بھی ولایت حاصل ہوگئی تو کیا یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ اپنے بزرگوں کی روحوں کو ان جیسے عمل کر کے زندہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کی دریافت کی سرگذشت

(مکمل متن تقریر محترمہ شفق عمر سعادت صاحبہ (بی۔کام) کراچی

برموقع خصوصی اجلاس خواتین سالانہ دعائیہ منعقدہ 25 دسمبر 2013ء جامع دارالسلام، لاہور۔)

محترم خواتین اور عزیز بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنا فضل، رحم اور برکتیں نازل فرماتا رہے۔

مجھے حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کی دریافت کی سرگذشت بیان کرنے کا موضوع دیا گیا ہے۔ جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، بانی سلسلہ احمدیہ نے قرآن مجید، احادیث آثارِ قدیمہ اور تاریخ سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ صلیب کی لعنتی موت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا تھا۔ اور وہ چھپتے چھپاتے فلسطین سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر عراق، ایران اور افغانستان سے ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے اور یہیں 120 سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔ تو اب حضرت اقدس کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ ان کی قبر کا بھی پتہ لگایا جائے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک نہایت عالم اور مخلص مرید خلیفہ نورالدین صاحب جو جلال پور جٹاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور جو کافی عرصہ کشمیر میں رہ چکے تھے انہوں نے حضرت اقدس سے ذکر کیا کہ سرینگر میں ایک نبی یوز آسف یا عیسیٰ صاحب کا مزار موجود ہے اور یہ صاحب بیرون ملک سے یہاں آئے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کی ہدایت پر خلیفہ نورالدین صاحب سرینگر تشریف لے گئے تاکہ اس بارے میں مزید تحقیق کر سکیں۔ انہوں نے وہاں چار ماہ قیام کیا اور وہاں کے مقامی باشندوں سے اس امر کے بارے میں تحقیق اور تفتیش کی اور 556 دستخط اور شہادتیں اکٹھی کیں کہ واقعی یہ مزار حضرت مسیحؑ کا ہے اور اس مقبرہ کا ایک نقشہ بھی بنا کر ساتھ لائے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد سرینگر کے ایک ممتاز وکیل مولوی محمد عبداللہ صاحب نے اس بارے میں مزید شہادتیں اکٹھی کیں۔ حضرت اقدس نے ان حقائق اور شہادتوں کے علاوہ خود بھی قدیم تاریخ اور دیگر متعلقہ ملکی اور غیر ملکی کتب سے مواد حاصل کیا۔ یہ تمام تاریخی، لسانی، نسلی اور ثقافتی حقائق وشواہد بشمول ایک نقشہ کے جس میں اُس راستہ کا نقشہ دیا گیا تھا جو حضرت مسیحؑ نے ہندوستان آنے کے لئے اختیار کیا تھا شامل کر کے 1899ء میں ''مسیح ہندوستان میں'' کے نام سے کتاب مرتب کی جو مزید تحقیق کی غرض سے التوا میں تھی۔ یہ کتاب ان کی وفات کے بعد 1908ء میں شائع ہوئی۔

اس کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے فرزند اکبر خواجہ نذیر احمد صاحب بارایٹ لاء نے 7 سال کی تحقیق کے بعد 1951ء میں ایک انتہائی علمی اور تحقیقی کتاب، ''حضرت مسیح کشمیر جنت نظیر میں'' جس کا انگریزی میں نام Jesus in Heaven on Earth ہے شائع کی جو اس موضوع پر بین الاقوامی شہرت رکھتی ہے۔ مغرب میں تو اس بارے میں بیسیوں کتب، سینکڑوں مضامین، بی بی سی ٹی وی لندن پر متعدد دستاویزی پروگرام اور خود بھارت کی حکومت نے بھی حال ہی میں ایک نہایت تحقیقی دستاویزی فلم بنائی ہے۔ اس فلم میں مزار کے اندرونی حصہ کی وہ تصاویر بھی شامل ہیں جو ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی تھیں۔ جس میں اس مزار کے بارے میں کشمیر کے آثار قدیمہ کے سابق ڈائریکٹر فدا حسنین صاحب اور ہماری جماعت کے سرینگر کے ایک معروف صحافی اور روزنامہ ''روشنی'' کے مدیر عبدالعزیز کاشمیری کے انٹرویو بھی شامل ہیں۔ یاد رہے کہ عبدالعزیز کاشمیری صاحب ہی وہ انتھک شخص تھے جو خواجہ نذیر احمد صاحب کی کشمیر میں تحقیقی دوروں اور لائبریریوں سے کتابوں کی چھان بین میں نہ صرف

شامل رہے بلکہ ان کی علمی معاونت بھی کرتے رہے۔ اور تقسیم ہند کے بعد انہوں نے اپنی تحقیق جاری رکھی اور اس کو ''کرائسٹ ان کشمیر'' کے نام سے 1973ء میں شائع کی۔

گو مغربی محققین اور مصنفین نے اس موضوع پر متعدد علمی اور تحقیقی کتب شائع کیں جن میں سپین کے فیبر قیصر کی کتاب Jesus Died in Kashmir اور جرمنی کے ہولگر کرسٹن کی کتاب Jesus lived in India بے حد مشہور ہوئیں اور ان کے تراجم کئی زبانوں میں شائع ہوئے۔ اگر کسی کو اس موضوع پر تحقیق اور کتب کے تفصیلی جائزہ کے بارہ میں جاننے کا شوق ہو تو وہ ''پیغام صلح'' کے خصوصی نمبر جولائی تا ستمبر 1999ء کا مطالعہ ضرور کریں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح کے قبر کے بارے میں مغرب میں عمومی طور پر ابھی تک اتنی بیداری اور جستجو پیدا نہیں ہوئی جتنی مقدس کفن کے بارے میں عیسائیوں اور خود پوپ کی دلچسپی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ وہ کفن ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب سے اتارنے کے فوراً بعد لپیٹ کر ایک کھلی قبر میں رکھا گیا تھا۔

گو اس مقدس کفن کی نمائش اٹلی کے شہر ٹیورن میں بار ہا ہو چکی ہے لیکن اپریل 2010ء میں اس کی نمائش کا بڑے وسیع پیمانے پر انتظامات کئے گئے اور اس کی کافی تشہیر بھی کی گئی۔ چنانچہ اس کی زیارت کے لئے میرے والد ناصر احمد صاحب اور میرے بڑے بھائی ڈاکٹر جواد احمد صاحب لندن سے وہاں گئے۔ اس بارے میں ان کی رپورٹ میں سے کچھ حصہ میں آپ کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتی ہوں۔

''مقدس کفن وہ کفن نما لمبی چادر ہے جس میں حضرت مسیح کو صلیب پر سے اتارنے کے فوراً بعد لپیٹ کر ان کے ایک انتہائی قریبی پیروکار یوسف آرمیتھیا نے دیگر حواریوں کی مدد سے خود سے تیار کی ہوئی کھلی غار نما قبر میں رکھ دیا تھا اور غار کے منہ پر پتھر رکھ کر بند کر دیا گیا تھا۔ حالات اور واقعات اب اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ یہ سب کچھ بظاہر یہودیوں اور دیگر مخالفین کو یہ باور کرانے کے لئے کیا گیا تھا کہ واقعی حضرت مسیحؑ کی صلیب پر موت واقع ہو گئی ہے۔ ورنہ ایک مردہ لاش کو دفنانے کے لئے جو مروجہ طریق تھا اس کو اس تھوڑے سے وقت میں مکمل کیا جانا کسی طرح ممکن نہ تھا۔

بہرحال حضرت مسیحؑ کے صلیب سے زندہ اتار لئے جانے کے سلسلے میں یہ ''مقدس کفن'' ایک یکتا اور زندہ تاریخی ثبوت ہے۔ اس مرتبہ 10 سال کے بعد اس مقدس کفن کی زیارت کے لئے اٹلی کے شہر ٹیورن کے خاص گرجا گھر میں نمائش کی گئی تھی۔ جو 10 اپریل سے 23 مئی تک جاری رہی۔ دنیا کے مختلف ممالک اور خود اٹلی کے تمام علاقوں سے عیسائی معتقدین نے لاکھوں کی تعداد میں انفرادی طور پر اور بڑے بڑے گروپوں میں اس کفن کی زیارت کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدس کفن کی نمائش کے موقع پر موجودہ پوپ بینیڈکٹ نے کفن کے سامنے اجتماعی دعا کروائی۔

لوگوں کی زیارت کی خاطر اس کفن کو اس کے اصل صندوق سے نکال کر ایک خاص شیشے کے بکس میں گرجا کے بڑے ہال میں رکھا گیا۔ تاکہ لوگ آسانی سے اس کی زیارت کر سکیں۔ باہر سڑک سے گرجے تک جانے کے لئے لکڑی کے تختوں سے بڑے ہال تک ایک خاص راستہ بنایا گیا تاکہ لوگوں کی بڑی تعداد قطار میں اس تک پہنچ سکیں۔ ہال تک کے راستہ کی لمبائی اور لوگوں کی لمبی قطاروں کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سڑک سے مقدس کفن تک پہنچنے میں تقریباً تین گھنٹے لگے۔ لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ ہر شخص قدم بہ قدم چل رہا تھا۔ اس لمبے راستہ میں لوگوں کی سہولت کے لئے کھانے پینے کے سٹال اور بیت الخلا بنائے گئے تھے۔ بوڑھے لوگوں کے لئے لمبی قطاروں کے ایک طرف ربن لگا کر الگ راستہ بنایا گیا تھا تاکہ ویل چیئر پر بوڑھے اور معذور لوگ اس مخصوص راستہ سے بلا روک ٹوک مقدس کفن تک پہنچ سکیں۔ ہمارے علاوہ شاید ہی کوئی مسلمان ہو گا جو مقدس کفن کی زیارت کے لئے گیا ہو گا۔ میں اور میرا بیٹا جب اس مقدس کفن کے سامنے کھڑے تھے تو ہمارے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس مبارک موقع پر جبکہ ہم ایک عظیم نبی کے کفن کی زیارت کر رہے ہیں کوئی دعا تو ضرور کرنی چاہیئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہم دونوں کے ذہن میں ایک ہی خیال آیا کہ درود شریف سے بڑھ کر اور کون سی موزوں دعا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں تمام انبیاء پر سلامتی اور برکت بھیجی جاتی ہے۔''

موجودہ پوپ سے پہلے گذشتہ پوپ جان پال دوم نے بھی اس مقدس کفن کی نمائش کے موقع پر 1998ء میں اجتماعی دعا کروائی تھی۔ یہاں میں ایک بات کا ذکر کرتی چلوں کہ ایک وقت تھا کہ 1959ء میں سٹڈ گارٹ، جرمنی کے کرٹ برنا نے جو ایک کیتھلک راہب خانہ کے ناظم اعلیٰ تھے انہوں نے 1933ء اور 1935ء میں لی گئی مقدس کفن کی تصاویر کے متعلق تحقیقات کے متعلق پوپ جان پال کو ایک خط لکھا تھا اور توجہ دلائی تھی کہ ان تصاویر کے بارے میں جن سائنسی اور طبی حقائق کا اظہار کیا جا رہا ہے ان کے متعلق سرکاری طور پر ویٹیکن کی طرف سے واضح اعلان ہونا چاہیے تا کہ لوگوں کی مقدس کفن کی حقیقت کے متعلق تشویش دور ہو۔ اس بارے میں میں اس وقت وہ خط اور پوپ کی طرف سے جواب کا اردو ترجمہ سامعین کی دلچسپی کے لئے پیش کر رہی ہوں تا کہ اس کفن کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے اور آپ کو اس بات کا بھی اندازہ ہو کہ عیسائی دنیا کے لئے یہ کفن دن بدن کتنی اہمیت اختیار کر رہا ہے۔

پوپ جان پال کے نام کرٹ برنا کا خط

کرٹ برنا نے ۲۶ فروری ۱۹۵۹ء کو جو خط پوپ جان پال 23 ویں کے نام لکھا تھا، اس میں ان سے اپیل کی گئی تھی کہ جلد از جلد اس مقدس کفن کی سائینٹفک تحقیقات اور تجزیہ کروایا جائے تا کہ دنیا کو اس کفن کی حقیقت کے بارے میں صحیح معلومات بہم پہنچ سکیں جبکہ اس کفن کی تصاویر کے مطالعہ سے ایک محدود تحقیق سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی صلیب پر وفات نہیں ہوئی تھی۔ یہ درخواست اور پوپ کی طرف سے جو جواب ملا، دونوں کا آزاد ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(جرمن زبان میں ایک کتاب لکھی گئی ہے جس کا اُردو میں ترجمہ ''حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے'' ہے۔ اس کتاب کے مصنف کرٹ برنا جرمنی کے شہر سٹٹگارٹ (Sttutgart) میں ایک کیتھولک راہب خانہ کے بانی مبانی اور ناظم اعلیٰ ہیں جہاں مقدس کفن کے متعلق تحقیق ہوتی ہے۔ اسی راہب خانہ میں کُرٹ برنا کی راہنمائی میں کفن کی ان تصاویر پر جو ۳۵-۱۹۳۳ء میں لی گئی تھیں جدید سائنسی طریق پر تحقیق کی گئی، جس کے نتیجہ میں چند حیرت انگیز انکشافات ہوئے جنہیں کرٹ برنا نے تفصیل اور تصاویر کے ساتھ دو کتابوں میں شائع کیا۔ پہلی کتاب کا نام ''کپڑے کی چادر'' اور دوسری کا نام ''حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے'' ہے۔ مدیر)

درخواست بخدمت ہز ہولی نس پوپ جان 3rd، ویٹیکان جرمنی ۲۶ فروری ۱۹۵۹ء جناب اقدس! جرمن ریسرچ کانونٹ نے مقدس کفن (جو اٹلی کے شہر ٹیورن میں ایک گرجا میں محفوظ ہے) پر اپنی تحقیقات اور ان کے نتائج دو سال ہوئے آپ کی خدمت میں بھیجے تھے اور عام لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ گذشتہ چوبیس مہینوں میں جرمن یونیورسٹیوں کے عیسائی ماہرین اور پروفیسروں نے ہماری تحقیقات پر نکتہ چینی کی ہے اور ہمارے غیر معمولی انکشافات کو غلط ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ یہ ماہرین اور عام لوگ بڑی لیاقت، علم اور تجربہ کے مالک ہیں۔ اگر ہماری تحقیقات صحیح اور نتائج مکمل نہ ہوتے، تو ان کو بآسانی غلط ثابت کر سکتے تھے، مگر انہوں نے ہماری کاوشوں اور ان کے نتائج کو عیسائی اور یہودی دونوں مذاہب کے لئے اہم اور قابل غور قرار دیا ہے۔ ہم ان کی آراء تبصرے اور اخباروں کے تراشے دے کر اس خط کو لمبا کرنا نہیں چاہتے۔ ہماری تحقیقات اور نتائج تمام دنیا کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ٹیورن میں محفوظ اس مقدس کفن کو پہلے کئی پوپ اصلی، محفوظ اور مقدس قرار دے چکے ہیں۔ اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیحؑ کو صلیب سے اتارنے کے بعد انہیں کفن کے کپڑے میں لپیٹا گیا تھا اور ان کا جسم اس کفن میں کافی دیر تک لپٹا رہا۔ اب اس کفن پر پڑے ہوئے جسم کے عکس اور خون کے دھبوں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ جو جسم اس میں رکھا گیا تھا، وہ مردہ جسم نہیں تھا اور خون کے دھبے بہتے ہوئے خون سے آئے ہیں جن کو ایک ''زندہ'' دھڑکتے ہوئے دل نے زخموں کے راستے سے کفن کے کپڑے پر گرایا ہے۔ طبی اور سائنسی تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مروجہ قانون کے مطابق صلیب پر جان سے مار دینے کا عمل مکمل نہیں ہوا تھا۔ اگر یہ واقعہ ہے تو پھر عیسائیت کی موجودہ تعلیم اور عقائد غلط ہیں کہ حضرت مسیحؑ ایک لعنتی موت مر کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔

عزت مآب! میری اب تک کی تحقیقات آپ کے سامنے ہیں آپ کو ماننا

پڑے گا کہ مقدس کفن سے متعلق تحقیقات اس لحاظ سے بھی اہم ہیں کہ ان کی بناء غیر متنازعہ نا قابل تردید سائنسی اور تاریخی تحقیق پر ہے۔

۱۹۳۱ء میں پوپ پائیس گیارہ (Pius) کی خاص اجازت سے اس مقدس کفن کی تصاویر اتاری گئی تھیں جن سے آئندہ مزید تحقیقات میں بڑی مدد ملی۔ اگر آپ اس تحقیق سے متفق نہیں ہیں تو ذیل کے وضاحت طلب امور کو پیش نظر رکھ کر ان پر مزید تحقیق کروائیں۔

(۱): کفن کے کپڑے پر جو خون کے دھبے ہیں، ان کا خوردبین اور دیگر سائنسی آلات سے تجزیہ کروایا جائے اور خون کا کیمیاوی امتحان بھی ہو جائے۔

(۲): ان خون کے دھبوں کی پرکھ ایکس ریز، انفرا سرخ شعاعیں اور الٹرا وائیلٹ شعاعوں کے ذریعہ سے کرائی جائے۔

(۳): کفن کے کپڑے کا آئیٹم واچ اور کاربن (Kallenstoff. 14) کے ذریعہ سے امتحان کروائیں تا کہ معلوم ہو کہ یہ کس زمانہ میں بنا گیا۔ اس امتحان کے لیے صرف ایک دو سینٹی میٹر چوڑا ٹکڑا کفن کی لمبائی کے ساتھ ساتھ سے اتارا جا سکتا ہے جس سے کفن اور اس پر جسم کے ضروری نشانات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

آپ کے سوا کوئی اور عیسائی اس متبرک و مقدس کفن کے متعلق تحقیق نہیں کروا سکتا۔ ہمارے جرمن ریسرچ سنٹر یا دیگر ذرائع سے جو تحقیقات اب تک ہوئی ہیں اگر ان کو رد کرنا چاہتے ہیں، تو پہلے اس کے متعلق صحیح سائنٹیفک تحقیقات کروالیجئے۔

میرے نزدیک اس کی کوئی وجہ نہیں کہ چرچ مقدس کفن پر تحقیق کی اجازت نہ دے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ ایک مذہبی یادگار سے متعلق تحقیق کی اجازت کسی خوف کی وجہ سے نہیں دی گئی۔ آخر اس میں خوف کی کونسی بات ہے جبکہ ہم نے ان تحقیقات کو شائع کرنے میں حد درجہ ایمانداری سے کام لیا ہے اور تحقیق کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ دنیا میں کوئی بھی ہمارے ان انکشافات کو رد نہیں کر سکتا۔ ہمارا دنیا کو یہ کھلا چیلنج ہے۔

ان پختہ دلائل کے ہوتے ہوئے عزت مآب آپ بھی دعا کریں اور ہماری استدعا کو قبول فرماتے ہوئے کفن کے بارہ میں پوری چھان بین کا حکم بھی صادر فرمائیں۔ مجھے امید ہے متعدد عیسائی ادارے اس معاملہ میں آپ کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ خصوصاً کیتھولک چرچ کے پیرو آپ سے توقع رکھتے ہیں کہ اس نازک اور پیچیدہ مسئلہ کو سلجھائیں اور ضروری احکامات جاری فرمائیں۔

آپ کا خادم

کرٹ برنا

اس درخواست کا جواب پوپ جان نے کیتھولک چرچ، جرمنی کے ذریعہ سے دیا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

باڈ گڈسبرگ (Bad Godesberg)

۱۳ جولائی ۱۹۵۹ء مسٹر کرٹ برنا

سٹیٹگارٹ نمبر ا۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۸۳

حوالہ چٹھی ۱۲۸۶۶

’’آپ کی درخواست ٹیورن کے مقدس کفن کے بارہ میں موصول ہوئی۔ مقدس پوپ کے اسٹیٹ سیکریٹیریٹ کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ ہز ہائنس کارڈینل ماریلیو فوسائی Maurillio Fossati آرچ بشپ آف ٹیورن نے آپ کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔‘‘

آپ کا فرمانبردار

جی، ڈیل ایم، گائیڈوڈیل میٹری

مقدس کفن کے متعلق غالب امکانات کا تجزیہ

ٹیورن میں قیام کے دوران جو کتابچے مل سکے ان میں سے ایک میں ’’مقدس کفن‘‘ پر منعکس تصویر کے متعلق ذیل کا دلچسپ تجزیہ شائع کیا گیا ہے جس کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

کچھ عیسائی عالموں نے مقدس کفن پر منعکس ہونے والی شبیہہ اور خون کے دھبوں کو ’غالب امکانات‘ کے امتحانی طریق تجزیہ کو استعمال کرنے کا سوچا تا کہ کوشش کی جائے کہ مقدس کفن پر جس شخص کی شبیہہ کا عکس ہے وہ کس قابل اعتماد حد تک حضرت مسیحؑ کی شکل سے ملتا جلتا ہے۔ یہ ’’غالب امکانات‘‘ کا امتحانی تجزیہ علم ریاضی کا ایک طریق ہے جس کے ذریعہ ممکن حد تک اندازہ لگانا ہے جس کے ذریعہ ایک حقیقت کی تصدیق کی جا سکے۔

آیئے اب ان چیدہ چیدہ خصوصیات کو جانچا جائے جو حضرت مسیح علیہ السلام

اور کفن پر منعکس شخص میں مشترک ہیں:

(۱): کفن پر منعکس شخص اور حضرت مسیحؑ کو سوتی کپڑے میں موت کے بعد لپیٹا گیا۔ پرانے وقتوں میں ایسا شاذ ہی ہوتا تھا۔ خاص طور پر ایک مصلوب شخص کے لئے زیادہ تر ایسے حالات میں مصلوب لوگوں کی لاش کو صلیب پر ہی جنگلی جانوروں کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ عام طور پر قبرستان میں دفن کر دیا جاتا تھا۔

(۲): کفن پر منعکس شخص اور حضرت مسیحؑ کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی اور ہمارے علم میں کوئی ایسی دستاویز نہیں جو اس طریق عمل کی تصدیق کر سکے کہ ایسا عمل یا دستور اس وقت رومن یا دوسری قوموں میں موجود تھا۔

(۳): کفن پر منعکس شخص نے حضرت مسیحؑ کی طرح کندھے پر کوئی بہت ہی بھاری چیز اٹھائی ہوئی تھی۔ یہ بھاری چیز صلیب کی وہ چوڑائی کے رخ والی لکڑی ہی ہوسکتی ہے۔ جس پر بعد میں ان کو کیلوں سے لٹکایا گیا تھا۔

(۴): کفن پر منعکس شخص اور حضرت مسیح علیہ السلام کو کیلوں سے لٹکایا گیا تھا۔ یہ طریق صرف اس وقت اختیار کیا جاتا تھا جب کسی کو سرکاری طور پر صلیب دی جاتی تھی۔ لیکن اکثر حالات میں مجرموں کے ہاتھوں اور پاؤں کو رسیوں سے باندھ دیا جاتا تھا۔

(۵): کفن پر منعکس شخص اور حضرت مسیحؑ دونوں کو وفات کے بعد جسم کے ایک طرف کسی چیز سے چھیدا گیا لیکن ان کی ٹانگوں کو توڑا نہ گیا۔ مصلوب کی ٹانگوں کو توڑ دیا جاتا تھا تا کہ اس کی موت جلد واقع ہو جائے۔ یوحنا کی انجیل میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہی تفصیل لکھی ہے۔

(۶): جونہی صلیب سے اتارا گیا کفن پر منعکس شخص اور حضرت مسیح علیہ السلام دونوں کو سوتی کے کفن میں لپیٹا گیا۔ پیش تر اس کے ان کے جسم کو نہ نہلایا گیا اور نہ ہی اس پر کوئی روغنی لیپ لگایا گیا تھا۔ یہ امر اس وقت کے دستور کے مطابق نہ تھا۔ عام طور پر تدفین سے پیشتر میت کو نہلایا جاتا اور اس پر روغنی مسالہ لیپا جاتا۔ اس کے بعد ہی اس کو کفن میں لپیٹ کر دفنایا جاتا۔ اس لحاظ سے یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ جہاں بعض بیرونی حالات کی وجہ سے میت کو جلدی جلدی دفن کر دیا گیا تا کہ ظاہر کیا جائے کہ واقعی تدفین ہوگئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں ہم جانتے ہیں کہ ان کو سوتی کے کپڑے میں لپیٹا گیا اور صلیب سے اتارنے کے فوراً بعد شام سے پہلے پہلے ایک قبر میں رکھ دیا گیا جبکہ یہودیوں کا سبت شروع ہونے والا تھا جس دوران کوئی کام ہاتھ سے کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ صحیح طریق پر تدفین عورتوں نے دودنوں کے بعد کرنا تھی۔

(۷): کفن پر منعکس شخص اور حضرت مسیحؑ دونوں بہت کم وقت کے لئے سوتی کے کفن میں رہے۔ اس عکسی شبیہہ کو جو ہم آج دیکھتے ہیں اس کو منعکس ہونے کے لئے جسم کو سوتی کے کفن میں کم از کم 24 گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ 2 یا 3 دن تک رہنا ضروری تھا۔ ورنہ اس کے بعد میت کے خراب ہونے کا عمل شروع ہو جاتا اور اس کی وجہ سے عکس برباد ہو جاتا ہے اور اس میں اس کے واضح اور قابل شناخت داغ آج تک سوتی کے کپڑے پر نظر آتے۔ اس کے برخلاف ایسے کوئی داغ کفن پر موجود نہیں ہیں۔ ایسی کسی بات کی غیر موجودگی حیران کن ہے کیونکہ یہ بالکل غیر ضروری دکھائی دیتا ہے کہ ایک میت کو سوتی کے کپڑے میں لپیٹا جائے جو پرانے زمانے میں عام طور پر نہیں کیا جاتا تھا۔ پھر اس کو ایک کھلی قبر میں رکھا جائے اور پھر تھوڑے وقت کے بعد اس کو وہاں سے نکال لیا جائے۔ حضرت مسیحؑ کو صلیب سے اتارنے کے فوراً بعد چادر میں لپیٹ دیا گیا۔ پھر 40 گھنٹے سے بھی کم وقت کے بعد جبکہ قبر کے باہر محافظ پہرا دے رہے تھے۔ صرف سوتی کا کپڑا ملا اور جسم وہاں موجود نہ تھا۔

ان سات خصوصی باتوں میں سے اگر ہر ایک کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو ایک غالب امکان جو کفن پر موجود شخص کے عکس اور حضرت مسیحؑ میں مشترک ہے کا تجزیہ کیا جائے تو سب سے زیادہ وقعت ان خصوصیات کو دی جائیں گی جو ایک مصلوب شخص میں موجود ہو سکتی ہیں اور کم وقعت ان خصوصیات کو دی جائے گی جو شاذ و نادر ہوتی ہیں یعنی ان کا ایک مصلوب شخص پر اطلاق بے حد مشکل ہے۔ ریاضی کے اس طریق تجزیہ کا آخر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمام سات غالب امکانات جن کی دونوں میں تصدیق ہو رہی ہے یعنی دوسرے الفاظ میں کہ یہ سات کی سات خصوصیات ایک ہی شخص میں پائی جاتی ہیں۔ جس نے صلیب کی تکالیف اٹھائیں۔ یعنی 2 کروڑ لوگوں میں سے جن کو صلیب دی گئی ہو صرف ایک شخص پر یہ تمام خصوصیات منطبق ہوتی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ 2 کروڑ لوگ جن کو صلیب دی گئی ان میں سے صرف ایک شخص ایسا ہو سکتا ہے جس پر یہ ساتوں خصوصیات کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

اور جو کفن پر موجود منعکس شخص اور حضرت مسیحؑ میں مشترک ہیں۔اس طرح یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی۔کہ تاریخ میں دو کروڑ لوگوں میں سے مشکل سے چند لاکھ لوگوں کو صلیب دی گئی ہوگی۔حساب کے اس طریق سے ہم آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔کہ اس حقیقت میں کتنے زیادہ غالب امکانات یہ ہیں کہ دنیا میں صرف ایک ہی ایسا مصلوب شخص ہے جس میں یہ سات کی سات خصوصیات پائی جاتی ہیں اور حقیقت میں کفن پر موجود شخص کی شبیہ کو حضرت مسیح ناصری ہی ہونا چاہئے۔"

(ماخوذ از ہولی شراوڈ مصنفہ برونو بار برس، ڈائریکٹر انٹرنیشنل سینٹر آف سنڈونولوجی، ٹیورن، اٹلی۔ص ص 18-21)

اگرچہ اس خط و کتابت سے قریباً دس سال بعد پوپ جان پال ششم نے بالآخر سائنسدانوں اور ڈاکٹروں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی جس نے اس کفن کی چھان بین کر کے اپنی رپورٹ پوپ کو دے دی مگر باوجود کرٹ برنا کے کھلے چیلنج کے، پوپ نے تاحال اس کمیٹی کی رپورٹ شائع کرنے کی جرات نہیں کی۔ظاہر ہے کہ یہ رپورٹ عیسائی عقائد کے برخلاف حضرت مسیحؑ کا صلیب سے زندہ اتارا جانا ثابت کرتی ہوگی تب ہی تو اسے صیغہ راز میں رکھا جا رہا ہے۔

مقدس کفن کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کفن کی حفاظت کے لئے ایک خاص شیشے کا بکس بنایا گیا ہے اور اس میں ایک خاص گیس بھری گئی ہے تاکہ وقت گذرنے اور باہر کی فضا اس کفن پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

ہر پوپ کا اس کی زیارت کے موقع پر خاص دعا کرنا اور اس کفن کی حفاظت کے لئے اتنے خصوصی انتظامات اور خصوصی گیس کا استعمال اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ عیسائی اب اس کفن کے جعلی ہونے سے زیادہ اس کی حفاظت کی کوشش میں ہیں۔

کیا وفات مسیح کے متعلق تحریک احمدیت کے موقف کی صداقت کا اس سے زیادہ اور کوئی ثبوت ہو سکتا ہے؟ اور ہمارے لئے یہ اللہ کا شکر ادا کرنے کی بات ہے کہ ہمیں حضرت مسیحؑ کے بارے میں اس کفن کی دریافت اور اس بارے میں جاری تحقیقات نے نہ صرف قرآن مجید کی صداقت کا ٹھوس ثبوت فراہم کیا ہے بلکہ مغرب میں عیسائی دنیا میں اسلامی تعلیمات کی سچائی کو پھیلانے میں ممد ثابت ہو رہی ہے اور اس کفن کے انکشاف نے چرچ کے اعتقادات کی بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

یاد آ گیا

جب بہار آئی مجھے اپنا چمن یاد آ گیا
حضرت اقدسؑ کا دورِ ضوفگن یاد آ گیا

دل میں "نُور دیں" کی باتیں چٹکیاں لینے لگیں
خواجہ "حسن بیاں" شیریں سخن یاد آ گیا

طوطئ اسلام وہ جادو بیاں عبدالکریم
تھا نقیبِ مہدی شاہِ زمن یاد آ گیا

آتشِ خوں سے بھی کھیلے ہیں شہید عبداللطیف
حق کی خاطر تھا ہمارا کیا چلن یاد آ گیا

اور پھر اقصائے عالم پر اُٹھی میری نظر
ایک "سلطان القلم" باطل شکن یاد آ گیا

ہے محمدؐ اور علیؓ کے نام سے مشہور وُہ
تھا جو رُوح و جسم و جانِ انجمن یاد آ گیا

نورِ عرفاں سے بھری وہ مجلسیں یاد آ گئیں
جوشِ فتح بحر و برکوہ و دمن یاد آ گیا

اور اُن قدّوسیوں کے درمیاں بیٹھا ہوا
وہ مسیح وقت گویا من و عن یاد آ گیا

(ابوارشد مرحوم ومغفور)

☆☆☆☆

جامع وزیر آباد کی مختصر تاریخ

مرتبہ: محی الدین احمد صاحب

جامع احمدیہ وزیر آباد وہ مسجد ہے جسے قادیان سے باہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم پر بننے والی پہلی مسجد کا اعزاز حاصل ہے۔ جماعت کی دوسری مساجد کی طرح یہ مسجد بھی جماعت کے درخشندہ ماضی کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ مسجد وزیر آباد شہر کے عین مرکز میں واقع ہے اور سادگی اور وقار کا حسین امتزاج رکھتی ہے۔ اس عمارت کی زمین سے لے کر تعمیر تک کے تمام تر اخراجات وزیر آباد کے انتہائی درویش صفت، عبادت گذار اور معروف بزرگ حضرت شیخ نیاز احمد صاحبؓ نے اٹھائے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی 313 ماننے والے مریدوں میں سے تھے۔ وزیر آباد میں سے سب سے پہلے آپ نے اور آپ کے سُسر حضرت شیخ جان محمد صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق کی دعوت کو قبول کیا۔ انہی کی کاوشوں اور شبانہ روز محنت کی وجہ سے وزیر آباد میں ایک کثیر جماعت وجود میں آئی۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے انتہائی محبت اور وابستگی تھی۔ مسجد کی تعمیر سے کافی عرصہ پہلے آپ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے وزیر آباد میں حضرت اقدس اور جماعت احمدیہ کی مخالفت کا ذکر کیا کہ اہلحدیث کے ایک مولوی صاحب حافظ عبد المنان وزیر آباد کے لوگوں کو آپ کے خلاف اکساتے رہتے ہیں۔ آپ کوئی تدبیر بتایئے کہ مخالفت کا زور ٹوٹ سکے اور لوگ حق وصداقت کی طرف آسکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حکم صادر فرمایا کہ آپ ایک مسجد تعمیر کروائیں تاکہ وہاں ایک مرکز قائم ہو اور جماعت کے افراد مل بیٹھ کر تبلیغی کام کو سرانجام دے سکیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے۔ واپس آکر شہر کے وسط میں بہت سے مکانات خریدے جن کا کل رقبہ تقریباً 2 کنال سے کچھ کم تھا۔ آپ نے ان کو گرا کو مسجد کے لئے جگہ ہموار کروائی۔ آپ نے مسجد اور اس سے ملحقہ مکان کے لئے بنیادیں کھڑی کروائیں تو دوسرے ہی دن ایک مخالف ہمسائے نے ان بنیادوں کو گرا دیا۔ حضرت شیخ نیاز احمد صاحبؓ انتہائی حلیم اور رحم دل طبیعت کے مالک تھے۔ آپ نے اس سے لڑنے یا کوئی قانونی چارہ جوئی کرنے کی بجائے دوبارہ بنیادیں کھڑی کروائیں۔ لیکن اس خدا کے گھر کے دشمن نے دوبارہ بنیادیں گرا دیں۔ خدا تعالیٰ نے شیخ صاحب کو جسمانی، مالی اور اعلیٰ مرتبہ کی طاقت سے نواز رکھا تھا۔ آپ جسمانی اعتبار سے پہلوان، مالی اعتبار سے کارخانوں کے مالک اور مرتبہ کے اعتبار سے آنریری مجسٹریٹ تھے لیکن انہیں بھروسہ اور یقین تھا تو صرف خدا کی طاقت پر۔ آپ اُسی خدائے قادر وتوانا کے در پر جھکے اور فریاد کی:

”میں تو تیرا گھر بنواتا ہوں اور وہ گراتا ہے تو ہی میری مدد فرما“

آپ بہت ہی مستجاب الدعوات بزرگ تھے جو بھی دعا کرتے کچھ ہی دنوں میں پوری ہو جاتی۔ لیکن اس دعا کو تو خدا نے راتوں رات ہی قبولیت بخشی اور وہ دشمن دارِ خدا اسی رات کو ہی ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہوا اور صبح تک اس کی وفات واقع ہوگئی۔ صبح آپ جب دوبارہ بنیادیں بنوانے گئے تو آپ کو لوگوں نے خبر دی کہ وہ شخص فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر بھی اس شخص کے لئے مغفرت کی دعا کی کہ خدا اس ناسمجھ کے گناہوں کو معاف کرے۔ اس کے بعد بھی مسجد کا کام مخالفت کی وجہ سے کچھ عرصہ التواء میں رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ نور الدین رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں مسجد کا کام تکمیل کو پہنچا اور حضرت شیخ نیاز احمد صاحبؓ نے حضرت مولانا نور الدین رحمتہ اللہ علیہ کو مسجد کی تکمیل پر 1913ء میں درخواست کی کہ وہ مسجد کے افتتاح کے لئے تشریف لائیں۔ انہوں نے آنے کا وعدہ کیا لیکن اسی دوران وہ کافی بیمار ہو گئے اور میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کو افتتاح کے لئے بھیجا جن کے ساتھ جماعت کے اور افراد نے بھی افتتاحی تقریب میں شمولیت کی۔

جامع وزیر آباد تقریباً 18 مرلہ پر مشتمل ہے۔ مسجد کا اندرونی حصہ ایک وسیع ہال ہے جس میں تقریباً سو (100) سے ڈیڑھ سو (150) نمازیوں کی گنجائش ہے۔

مسجد کو چار خوبصورت میناروں سے مزین کیا گیا ہے۔ مسجد کے ہال کے آگے وسیع صحن ہے۔ اس کے ایک طرف ایک کمرہ نما حجرہ ہے اور ساتھ ہی مسجد کا غسل خانہ اور وضو کی جگہ ہے۔ غسل خانے سے نیچے سیڑھیاں اترتی ہیں جو مسجد کے ساتھ والی دو گلیوں میں سے نمازیوں کے آنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔ جن میں سے ایک گلی کا راستہ بند ہو چکا ہے اور دوسری گلی کی طرف جانے کا صرف دروازہ ابھی باقی ہے۔ لیکن اب اس راستہ سے بھی آمد و رفت بند ہے۔ مسجد کے صحن کے سامنے ہی امام کی رہائش کے لئے مکان بنوایا گیا تھا جو پانچ کمروں اور صحن پر مشتمل تھا جو سو (100) سال گذرنے کے بعد خستہ حالت کی وجہ سے رہائش کے قابل نہ رہا تھا۔ اس کو گرا کر حال ہی میں مرکزی احمدیہ انجمن لاہور نے تین لاکھ روپے سے اسے از سر نو پختہ مکان تعمیر کروا دیا ہے۔ جو اب تین کمروں، ایک کچن، ٹی وی لانج اور چھوٹے صحن پر مشتمل ہے جس نے تقریباً آٹھ مرلہ کا رقبہ گھیر رکھا ہے۔ مسجد کا مرکزی دروازہ اور امام کی رہائش گاہ کے سامنے وسیع پلاٹ خالی ہے جو کہ مسجد کی ہی ملکیت ہے۔ اس کے آگے ایک دوکان ہے اور وہ بھی مسجد ہی کی ملکیت ہے۔ حضرت شیخ نیاز احمد صاحب نے اپنی زندگی میں ہی مسجد اور اس سے ملحقہ اراضی کو احمدیہ انجمن لاہور کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ وزیر آباد میں اہلسنت جماعت کی کئی مساجد کی تعمیر میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ راولپنڈی مسجد کی اراضی بھی آپ نے ہی خرید کر جماعت کے لئے وقف کی۔ آپ کو نماز سے انتہاء درجہ کا عشق تھا۔ ہزاروں روپے کے نقصان کے خدشات کے باوجود بھی نماز کو ترک نہ کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص کھال فروخت کرنے کے لئے آیا تو آپ نماز عصر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، کہا کہ نماز ادا کر کے سودا کروں گا۔ وہ بضد ہوا کہ ابھی سودا کریں مجھے جلدی ہے۔ آپ نے کہا میں تو پہلے نماز ہی ادا کروں گا۔ خیر وہ چلا گیا۔ ایسا ہوا کہ وہ سارا شہر پھرا لیکن اس کے مال کی مرضی کی قیمت کسی نے نہ لگائی اور کھال فروخت نہ ہو سکی۔ وہ واپس حضرت شیخ صاحب کے پاس ہی آیا۔ اس وقت مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ وضو کر رہے تھے۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ نماز کے بعد سودا کریں گے۔ تو اس نے انتظار کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میری مرضی کی قیمت صرف شیخ صاحب ہی دے سکتے ہیں۔ شیخ صاحب نے نماز ادا کی اور جائز قیمت پر اس سے کھال کا سودا کیا۔

حضرت شیخ نیاز احمد صاحبؒ قیام صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایتائے زکوٰۃ کے بھی انتہائی پابند تھے۔ آپ انتہائی سخاوت کے مالک تھے۔ وزیر آباد کے مقامی بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت شیخ صاحب جب اپنے گھر سے مسجد کی طرف اپنی بگھی پر بیٹھ کر روانہ ہوتے تو کوئی سائل راستہ میں بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے ہوتے۔ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی کوٹھی پر گیا تاکہ اپنی بچی کے جہیز کے لئے حضرت شیخ صاحب سے کچھ مدد طلب کر سکے۔ وہاں کوٹھی کے باہر دالان میں شیخ صاحب کے منشی صاحب بیٹھے حساب کر رہے تھے۔ اس شخص نے ان سے شیخ صاحب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ اس نے اپنی غرض بتائی کہ میں اس مقصد کے لئے آیا ہوں۔ منشی صاحب نے کہا کہ جاؤ بھائی آجکل شیخ صاحب کے پاس پیسے نہیں۔ وہ شخص مایوس ہو کر جانے کے لئے اٹھ ہی رہا تھا کہ شیخ صاحب باہر سے اندر داخل ہوئے۔ اس شخص سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے ساری بات سنائی کہ آپ کے پاس امید لے کر آیا تھا لیکن منشی صاحب نے یہ جواب دیا ہے۔ شیخ صاحب نے اس سے بچی کی تمام تر ذمہ داری اٹھانے کا وعدہ کر کے اسے رخصت کیا اور بڑی شفقت سے منشی صاحب کو اپنے کمرے میں لے گئے اور تجوری کھول کر دکھاتے ہوئے بولے! منشی صاحب اللہ تعالیٰ دینے والوں کے مال میں کبھی کمی نہیں کرتا۔ ہم جتنا دیتے ہیں اللہ اس سے ستر گناہ بڑھا کر اور دے دیتا ہے۔ آپ کسی بھی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا کیجئے۔ آپ کی سخاوت کا ہی اثر تھا کہ احمدیت کی مخالفت کے باوجود وزیر آباد کی جامع صحن تک نمازیوں سے بھری رہتی۔ آپ کی زندگی میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سخاوت کے ثمرات دنیا میں بھی بے شمار دیئے۔ اللہ نے دولت کے ساتھ ساتھ آپ کو صالح اولاد سے بھی نواز رکھا تھا۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ محترم عزیز احمد صاحب، محترم نثار احمد صاحب، محترم غلام احمد صاحب اور محترم ممتاز احمد صاحب۔ ان میں سے تین بیٹے تو وفات پا چکے ہیں لیکن سب سے چھوٹے بیٹے شیخ ممتاز احمد صاحب حیات ہیں اور اللہ نے ان کو حضرت نیاز احمد صاحب کی طرح انکساری، عبادت گذاری اور سخاوت سے نوازہ ہے۔

استاد محترم جناب عبدالحمید ڈاڈا صاحب کے دوست مولانا عاشق حسین وزیر آبادی جو کہ اہلحدیث جماعت کے بزرگ ہیں اور آج کل لاہور میں مکین ہیں۔ ان سے مسجد اور حضرت شیخ نیاز احمد صاحب کے متعلق باتیں سننے کا اتفاق ہوا۔ وہ

کہتے ہیں کہ:

''اپنے بچپن میں ہم نے اس مسجد کو انتہائی بارونق دیکھا ہے پانچ وقت مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی تھی مسجد میں جمعہ کی نماز کے علاوہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے مباحثات بھی ہوتے تھے جس میں شیخ نیاز احمد صاحبؒ خود بھی حصہ لیتے تھے آپ کے آگے کوئی عیسائی مشنری نہ ٹھہرتا تھا مسجد کے اردگرد کے زیادہ تر اہلسنت جامع احمدیہ ہی میں نماز ادا کرتے تھے بلکہ کچھ اہلحدیث افراد بھی نمازوں میں شامل ہو جاتے''۔

حضرت شیخ نیاز احمد صاحبؒ کی زندگی میں احمدیت کی مخالفت کے باوجود غیر احمدیوں کا مسجد میں آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ بلند شخصیت و کردار کے مالک تھے۔ شیخ صاحب خود جامع میں کئی سال امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اپنی زندگی میں ہی مولوی اللہ دتہ صاحب کو مسجد کا امام مقرر کیا جو کہ مغل قوم سے تھے اور ایم سی ہائی سکول وزیرآباد میں فارسی زبان کے استاد تھے۔ انتہائی بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی وجہ سے پورے شہر میں مسجد سے ملحقہ مکان فارسی والوں کا گھر مشہور تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ بیٹیوں سے نوازا تھا جو تمام کی تمام زیور تعلیم سے آراستہ تھیں اور مختلف تعلیمی اداروں سے منسلک تھیں۔ ان میں سے ایک بیٹی فاطمہ حکیم گورنمنٹ ہائی سکول ننکانہ صاحب کی ہیڈ مسٹریس ہو کر ریٹائر ہوئیں۔ مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کی تمام بیٹیوں نے شہر کے ہزاروں بچوں اور بچیوں کو تعلیم دی۔ جب 1984ء میں غیر احمدی مولوی مسجد کے مینار گرانے آئے تو ایک غیر احمدی پولیس والا مسجد کے دروازہ کے آگے کھڑا ہو گیا اور بندوق ہاتھ میں پکڑ کر ان مولویوں کو للکارا کہ اگر کسی نے مسجد کی طرف ایک قدم بھی بڑھایا میں اس کو گولی سے اڑا دوں گا کیونکہ یہ میرے استاد کا گھر اور ان کی مسجد ہے۔ کوئی اس کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ آج مسجد کے مینار مولوی اللہ دتہ صاحب کے ایک شاگرد کی دلیری کی وجہ سے محفوظ اور قائم ہیں۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کی وفات کے بعد کچھ عرصہ شیخ نثار احمد صاحب جو حضرت شیخ نیاز احمد صاحب کے فرزند تھے امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مسجد کے مکان میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی بیٹی محترمہ طلعت اکرم صاحبہ مقیم رہیں۔ وہ اور ان کے میاں ماسٹر اکرم صاحب دونوں ہی محکمہ تعلیم سے وابستہ تھے اپنی تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مسجد اور گھر کی نگرانی کرتے رہے۔

1979ء میں مولوی رضی الدین احمد خاں صاحب کو حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب مرحوم و مغفور نے امام مقرر کیا۔ مولوی رضی الدین صاحب بنیادی طور پر اوکاڑہ کے رہائشی تھے۔ کچھ عرصہ اوکاڑہ میں جماعت کے سکول میں استاد رہے۔ جب بھٹو گورنمنٹ نے تمام غیر سرکاری تعلیمی اداروں کو اپنی تحویل میں لے لیا تو آپ اوکاڑہ سے لاہور آ گئے۔ وہاں آپ مولوی عبداللطیف شاہد صاحب سے دینی مسائل کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ کے تعلیمی ساتھیوں میں انڈونیشیاء سے آئے ہوئے طلباء ''سردی من، یاتی من اور سکندر'' شامل تھے۔ 1979ء میں آپ نے وزیرآباد آ کر امامت کے فرائض کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے اردو فاضل کا امتحان پاس کیا۔ وزیرآباد میں آپ بچوں کو قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ بلا معاوضہ سکول کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ سینکڑوں طلباء نے ان سے دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی اہلیہ نے بھی فلاحی کام میں آپ کا ہاتھ بٹایا وہ دستکاری سکول سے سند یافتہ تھیں۔ انہوں نے جامع کے گھر میں ہی دستکاری سکول کھولا جس سے ہزاروں بچیوں نے بلا معاوضہ ہنر سیکھا اور آج بھی یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ان دونوں کی اس خدمت خلق سے سینکڑوں گھروں میں احمدیت کی نیک نامی کا پیغام پہنچا۔ اور اس خدمت کی وجہ سے ایک کثیر حلقہ احباب پیدا ہو گیا جو مسجد اور اس کے مکینوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

2003ء میں حضرت امیر پنجم جناب حضرت ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب نے مختلف شہروں کا دورہ کیا تو وزیرآباد میں بھی تشریف لائے۔ اس دورہ میں مولوی رضی الدین صاحب کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو جماعت کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ انہوں نے حضرت امیر کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے راقم الحروف کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا۔ 2007ء میں مولوی رضی الدین صاحب اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کی وفات کے بعد سے راقم الحروف ہی جامع کی امامت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔

جامع احمدیہ وزیرآباد جماعت کا قیمتی اثاثہ ہے کیونکہ یہ ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے اور قومیں وہی زندہ رہتی ہیں جو اپنی تاریخ کو نہیں بھولتی۔ آج بھی کئی قادیانی افراد جو اس کی تاریخ سے واقف ہیں۔ اس کو دیکھنے دُور دراز کا سفر کر کے عقیدت کی بناء پر آتے ہیں لیکن ہمارے لئے اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ تحریک احمدیت کی روحانی بارش کا پہلا قطرہ تھا جو قادیان کی سرزمین سے باہر برسا۔ یہ قادیان سے باہر بننے والی جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد تھی۔ آج سو سال گزرنے کے بعد مسجد کی عمارت کی حالت کافی مرمت طلب ہے۔

اوصاف حمیدہ بیاد حمیدہ نذیر مرحومہ ومغفور

تحریر: فائزہ عثمان صاحبہ

خدا کا اٹل ہے۔ کل نفس ذائقہ الموت۔ خدا کی کتاب اور اس کا آخری صحیفہ یہ آواز دیتا ہے کل من علیھا فان۔ انسان اس دنیا میں مسافر کی حیثیت سے آتا ہے اور اپنا سفر مکمل کر کے اپنی ابدی اور حقیقی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہی ہے اور اس کے علاوہ سب سراب ہے۔ وہ لوگ جو اس دنیا کی بے ثباتی اور اس کے فانی ہونے کا ادراک کر لیتے ہیں وہ کامیابی و کامرانی کی منازل طے کر لیتے ہیں اور ان کی زندگی میں آنے والی ہر خزاں بہار کے ملبوس میں آیا کرتی ہے۔

بزرگوں کے لئے کچھ بھی لکھنا میرے لئے بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ اپنے بزرگوں کے ذکر ہی سے میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی رحمت اور برکت گھر سے ختم ہوگئی ہے۔ ہم بے سائباں ہو گئے ہیں۔

مرحومہ مغفورہ کی زندگی کے اولین ایام اور ان کی پہلی زندگی سے زیادہ آگہی نہیں کیونکہ ان سے تعلق داری اور ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع اس وقت ملا جب وہ راقم الحروف کی ساس بنیں۔ اس وقت سے ان کی زندگی کے لیل و نہار کی چشم دید گواہ ہوں اور ان کی خصوصیات کی عینی شاہد ہوں۔ اگرچہ ان کے بیٹوں کے اعلیٰ اخلاق و کردار اور ان کی عمدہ تربیت سے ہی ان کی شخصیت کی جھلک نظر آتی تھی مگر ان کی زندگی کو جب قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو انہیں نہایت ہی متقی اور پرہیزگار خاتون پایا۔ ساس بہو کے رشتے میں شکایات اور شکوے ہمارے معاشرے میں ایک معمولی امر ہے۔ مگر میں نے اپنی زندگی میں پہلی خاتون دیکھی جس نے دس سالوں میں ایک دن بھی اپنی بہو کی کبھی ایک دفعہ بھی نہ تو کوئی شکایت کی اور نہ ہی کوئی گلہ شکوہ۔ بلکہ ان کے منہ سے ہمیشہ یہ سنا کہ خدا نے مجھے کوئی بیٹی نہیں دی مگر فائزہ کو خدا نے میری بیٹی بنایا ہے۔ ان کا رشتہ دوستی اور مودّت میرے لئے ناقابل فہم امر تھا۔

میری ساس حمیدہ نذیر مرحومہ ومغفورہ جنہیں میں امی جی کہا کرتی تھی۔ بہت نیک اور سادہ دل خاتون تھیں۔ بہت مخلص بے ریا اور منافقت سے پاک ہستی تھیں۔ دوسروں سے بہت محبت کرتی تھیں۔ اپنی بہنوں اور میری والدہ سے بہت ہی انسیت رکھتی تھیں۔ اکثر کہا کرتی تھیں کہ رقیہ (میری والدہ محترمہ) نے یہ بیٹی میرے لئے پیدا کی ہے۔

لوگوں سے ملنے ملانے کی بہت شوقین تھیں۔ اُن کے حلقہ احباب میں سنی، شیعہ، اہل حدیث سب ہی شامل تھے۔ جب محلے میں پہلی دفعہ کسی کے گھر جاتیں تو کہتی تھیں کہ ہم احمدی ہیں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو پھر ہم راہ رسم رکھیں گے۔ ان کے حسنِ اخلاق سے کبھی بھی کسی نے منہ نہیں موڑا۔

بیماروں کی تیمارداری بہت خصوصی طور پر کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میں خود بیمار ہوں اور جب ایک بیمار دوسرے بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے بہت خوش ہوتا ہے۔

ان کی دوسری خوبی جس سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا وہ ان کی سادگی اور حلیم طبیعت تھی۔ میں نے انہیں زندگی کے مشکل ترین دنوں میں بھی ہمیشہ مسکراتے دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ کوئی مشکل، کوئی غم، کوئی تکلیف ان کے نزدیک اہم ہے نہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری ان کے لبوں پر رہتی تھی۔ کبھی پریشانی کو ان کے قریب پھٹکتے نہیں دیکھا۔

عیدین ہوں یا دیگر تقریبات وہ ان سے خوب لطف اندوز ہوتیں۔ انہیں تہوار اور خوشی غمی کے ایام منانے کا ڈھنگ خوب آتا تھا۔ خوش گفتاری، نرم خوئی اور خوش مزاجی ان کی طبیعت کا خاصہ تھی۔

بہت خوش مزاج خاتون تھیں اور ہنسنے ہسانے پر خوش رہتی تھیں۔ اپنی جوانی ہی سے بہت خوش لباس خاتون تھیں۔ خود بھی خوش مزاج تھیں اور رنگ بھی شوخ اور زندگی سے بھرپور پسند کرتی تھیں۔ شادی بیاہ کی تقریبات سے بہت لطف اندوز ہوتی تھیں اور مہندی کی رسم میں تو خصوصاً شرکت فرماتی تھیں۔ کہیں تفریح کے لئے جانا ہو تو وہ بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود ہمیشہ باہر جاتی تھیں اور زندگی سے لطف اندوز ہوتی تھیں۔

قرآن پاک کی باقاعدگی سے تلاوت کرتی تھیں۔ روزانہ دیر تک قرآن کی تلاوت کرتی اور مسنون دعائیں بھی روزانہ پڑھنا ان کے معمول میں شامل تھا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 16)

مردِ مومن کے اوصاف

از: چوہدری ناصر احمد صاحب، ایم۔اے (شاہدرہ)

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

تخلیق انسان کے بعد رب کائنات نے اچھائی اور برائی کی تمیز بتا کر انسان کو اشرف المخلوقات کے درجہ سے نوازا۔ نبی آخر الزمان نے انسانیت سازی کے فریضہ کو خوب نبھایا۔ پھر خلفائے راشدین آئمہ کرام اور مجددین نے اس سلسلہ کو جاری رکھا اور ایسے مردانِ حق کی تیاری کو آگے بڑھایا جن کی بدولت معاشرہ امن اور سکون کا گہوارہ بن سکے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جب الحادی قوتیں دینی اقدار کو پس پشت ڈالنے لگیں تو چودھویں صدی کے مجدد نے میدان عمل میں آکر نیک سیرت انسانوں کے گروہ کو نئے سرے سے اسلام کا ایک رول ماڈل بنانے کا پروگرام بنایا۔ جس میں نہ صرف غریب بلکہ بڑے بڑے اُمراء صنعت کار اور سرمایہ کار عوام شامل ہوگئے۔ قرآن کے زندگی بخش مشن کو ان لوگوں نے اپنی اپنی متاع عزیز بنالیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ روشنی پھیلنے کے لئے فہم قرآن، مومنانہ حکمت و دانائی، تدبر و سادگی اور لیڈر شپ کی اقدار کا چراغ ہی جلنا ضروری ہے۔

غور کریں آج کل ہر شعبہ زندگی افراتفری اور توڑ پھوڑ کا شکار نظر آتا ہے۔ جب معاشرتی برائیاں انسانی و اخلاقی اقدار کو مکمل ملیا میٹ کرنے پر تُل جائیں تو حقیقت یہ ہے کہ کسی نظام کی تباہی بھی بتدریج آتی ہے۔ اسی کو وقفہ استدراج کہا جاتا ہے۔ حضرات گرامی ایسے حالات میں دل برداشتہ اور مایوس ہوجانا اور پھر استقامت کو بھی چھوڑ دینا ہی ناکامی ہوتی ہے۔ جہالت اور اندھیرا تو ہوتا ہی اُس وقت ہے جب روشنی اور علم نہ ہو۔ بعض اوقات احباب کو سطحی ذہن کے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ضدی لوگ ہیں۔ اکثریت کی بات نہیں مانتے۔ اصل بات سمجھنے کی ہے ضد اور اصول پرستی میں بہت فرق ہے۔ جو انسان حق پر نہ ہونے پر بھی ڈٹ جائے ضدی ہوتا ہے اور جو حق پر ہو کر اصول پرستی کی خاطر ڈٹ جائے وہ اصول پرست کہلاتا ہے۔ خدا خود فرماتا ہے کہ: کم من فیئة قلیلة غلبت فئة کثیرةً
کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر ہمیں۔

قارئین کرام بعض باتیں دنیا ناپسند کرتی ہے مگر خدا پسند کرتا ہے۔ خدا نے انسان کو اعلیٰ سوچ دی ہے اور پھر آپ لوگوں کا رب تو رب العالمین ہے۔ آپ کا نبی رحمتہ العالمین ہے، آپ کا قرآن ذکر العالمین ہے اور آپ کا امام ''امام الزمان'' ہے۔

ایمان ہوتا ہے کسی بات کو مان لینا اور یقین ہوتا ہے اُس پر عمل کر کے دکھا دینا مثال کے طور پر حضرت صاحبزادہ عبدالطیف شہید اور حضرت عبدالرحمٰن شہید پر غور کریں۔ خدا تو جنت کو انسان کے حسین عمل (اعمال صالحہ) کا نتیجہ قرار دیتا ہے کسی بخشیش وغیرہ کا تصور تو قرآنی تعلیم کی نفی ہے۔ آدم کو جنت بخشیش میں مل گئی تو بالآخر نکلنا پڑا۔ مومنین کے لئے خدا فرماتا ہے کہ ہمیشہ وہ جنت میں رہیں گے (خالدین فیہ)

جس معاشرہ میں روزمرہ اور ہوا اور بتایا کچھ اور جارہا ہو اس کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ:

ڈوبنے والوں کو جب ہم نے دیا ساحل سے ہاتھ
وہ ہمیں بھی ڈوبنے کا مشورہ دینے لگے

دین جس انداز سے انسانوں کی سیرت سازی کا خواہاں ہے اس تحریک کے اکابرین اس کے دل آویز پیکر نظر آتے تھے اور آج بھی دکھی انسانیت کے سہارا پن اور غم گساری کا ماڈل دنیا کے سامنے موجود ہے۔ (مثال، فیصل آباد ہسپتال، دارالسلام ڈسپنسری، اوکاڑہ ڈسپنسری)

بانیان تحریک کی جرات کا مظاہرہ دیکھیں، ہزار مخالفتوں کے ہجوم اور مصائب و مشکلات کے سیلابوں میں بھی اُن کے قلب مطمئن ہیں خفیف سا اضطراب اور پائے استقلال میں ذرا سی جنبش نہ آسکی۔ امام وقت کے اعلان کے مطابق زمانے کی مصلحت کوشیاں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عزم صحیح سے روک نہ سکیں۔

ہم دل کا دیا جلاتے ہیں
تب جا کے تیرا سراغ ملا

اس جماعت کے بانی نے قرآن میں غوطہ زن ہو کر اس کی تعلیم کو آگے پھیلانے کا ہمیں درس دیا ہے۔ اب میں آپ حضرات کے سامنے خدا کا وہ چارٹر پیش کرتا ہوں جس کے لئے امام الزمان پکار اٹھے کہ:

''قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے''

(۱): مومن اپنے عمل سے اپنے ایمان کو سچ کر دکھانے والے ہوتے ہیں۔
(آل عمران ۱۷،۱۶۔الاحزاب ۳۵)

(۲): حق کی حمایت میں کسی سے نہ ڈرنے والے ہوتے ہیں۔(المائدہ۔۵۴)

(۳): برائی کو بھلائی سے دور کرنے والے ہوتے ہیں۔(الرعد۔۲۲)

مومن برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔''پاکے دُکھ آرام دو''۔

قرآن مشکل سے مشکل برائی کا احسن حل پیش کر دیتا ہے۔ وہ تو جنسیات / سیکس جیسے مسائل کا حل حدود و قیود میں لے آتا ہے۔ایک انگریز مفکر لکھتا ہے کہ جس قوم میں جنسیات کی آزادی ہو جائے وہ قوم تین نسلوں کے بعد تباہ ہو جاتی ہے لیکن قرآن نسلِ انسانی کو آگے بڑھاتا ہے

(۴): مرد مومن عزور نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔(الفرقان۔۶۳)

(۵): مومن جاہلوں کی سلامتی کے بھی خواہشمند ہوتے ہیں۔(الفرقان۔۶۳)

(۶): جاہلوں سے نہ الجھنے والے ہوتے ہیں۔(القصص الاعراف۔۱۹۹)

(۷): فضول خرچی اور کنجوسی دونوں سے بچنے والے ہوتے ہیں۔(الفرقان۶۳)

(۸): بدگمانی سے بچنے والے ہوتے ہیں۔(الحجرات۔۱۲)

(۹): دوسروں کے معاملات میں تجسس نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔(الحجرات۱۲)

(۱۰): کسی کو کچھ دے کر شکریہ طلب نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔(الدھر۹۔۸)

(۱۱): ایمان اور اس کا نتیجہ بے خوف اور بہادرانہ زندگی ہے یعنی مومن بے خوف ہو کر زندگی گذارتے ہیں۔(الاحقاف۔۱۳)

یہاں یہ بات خاص سمجھنے کی ہے کہ مومن کا مطلب ہے دوسروں کے امن کا ذمہ دار۔امانت کا مادہ بھی امن ہے اور مومن کا مادہ بھی امن ہے۔عام طور پر امانت کا مفہوم کسی کے پاس رقم وغیرہ رکھ لینا ہے لیکن اسلام میں اس کے وسیع معنی ہیں یعنی اچھے لوگوں کے پاس چیزیں جائیں گی تو دینے اور لینے والے دونوں امن میں رہیں گے اور اگر غلط لوگوں کے پاس جائیں گی تو نہ امن آئے گا اور نہ خوف جائے گا۔(مثال، راہب اور گروہ کی، پیسہ نہ رہا تو ڈر ختم)۔

جب کعبہ کا طواف ہوتا ہے تو نفسیاتی تبدیلی ہی ہوتی ہے کہ اے کعبہ تم امن میں رہو اب ہم پہرہ دیتے ہیں۔

(۱۲): رسولوں پر ایمان لانا اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانا مومنوں کا شعار ہے۔
(الفتح۹۔۸)

(۱۳): جو کچھ زبان سے کہتے ہیں اسے کر کے دکھانے والے ہوتے ہیں۔
(الصف۳،۲)

مومن گواہی یعنی شہادت ٹھیک دیتا ہے(مثال، غیر مومن کی گواہی، عمرہ کو حج بتانا)

(۱۴): اچھے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔(المومنون ۶۱۔۵۷)

(۱۵): ایک دوسرے کے ساتھ نرم اور غم گسار ہوتے ہیں۔(الفتح۔۲۹)

(۱۶): اگر کبھی غلطی ہو جائے تو فوراً اللہ کے حکم پر نظر ثانی کرنے والے، ذکر کرنے والے اللہ کی کتاب قرآن کو بطور ذکر، یاد دہانی اپنے سامنے رکھنے والے ہوتے ہیں۔(العمران ۱۳۵)

(۱۷): قانون کے معاملے میں کسی سے نرمی نہ برتنے والے ہوتے ہیں۔(النور۔۲)

(۱۸): جب تک خود کسی بات کی تفتیش و تحقیق نہ کر لیں کسی بات کے پیچھے نہیں پڑتے۔(بنی اسرائیل۔۳۶)

(۱۹): اللہ کی راہ میں آنے والی مشکلات سے مومنوں کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔(الانفال۲۔الحج ۳۵)

(۲۰): حق کا راستہ بتانے والے اور حق کے ساتھ عدل کرنے والے ہوتے ہیں۔(الاعراف۱۸۱)

نماز جو زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے کا عملی طریقہ ہے۔

کافر بتوں کو کیوں پوجتے ہیں۔اس لئے کہ وہ اُن کو کچھ نہیں کہتے مگر خدا تو روکتا ہے۔قرآن بتاتا ہے کہ:''قوم عاد کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ ظلم پر بھی خاموش رہتی تھی''مرد مومن تو چیخ اٹھتا ہے کہ:

قوم کے ظلم سے تنگ آکے میرے پیارے آج
شورِ محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے

شعیب کی قوم کا قصور یہ تھا کہ وہ ناپ تول میں ڈنڈی مارتی تھی۔فرعون کا قصور یہ تھا کہ رزق کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔لیکن مرد مومن ان باتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیتا ہے۔

مرد مومن ایسا ماحول بنانا چاہتا ہے جس میں لینے والے اور دینے والے کی عزت و تکریم قائم رہ سکے۔اس لئے روزی کا ذمہ خود خدا نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔

میں نے آپ احباب کے سامنے اللہ کا دیا ہوا فارمولا تفصیل سے پیش کر دیا ہے تاکہ ہم اپنا محاسبہ خود کر سکیں کہ ہم کس معیار پر پورے اترتے ہیں۔آپ احباب جماعت سے دردمندانہ اپیل ہے کہ جتنی بھی اور جس طرح کی بھی ہو سکے جماعت سے رابطہ کی کوشش جاری رکھیں

بقیہ صفحہ نمبر 13: اوصاف حمیدہ

درثمین کے کچھ شعر انہیں یاد تھے اکثر گنگناتی تھیں:

کبھی نصرت نہیں ملتی درمولیٰ سے گندوں کو

کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

بچوں اور بڑوں سب کے ساتھ ان کی دوستی تھی۔ بچوں کو نماز کی تلقین کرتی رہتی تھیں۔ خود بھی نماز کی پابند تھیں اور بیماری کے دوران جب تک ہمت تھی نماز ادا کرنے میں کبھی کاہلی اور سستی سے کام نہیں لیا۔

ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کے بارے میں کوئی شکوہ شکایت زبان پر نہ لاتی تھیں۔ میں نے کبھی بھی انہیں کسی کے خلاف بات کرتے نہیں سنا۔ نہ ہی کسی کی غیبت کرتے انہیں پایا۔ ان کی اپنی ہی دنیا تھی اور اسی میں مگن رہتی تھیں۔ کبھی لالچ، حرص اور دکھاوا ان کے قریب بھی نہیں پھٹکا۔ الغرض آپ اسم بامسمیٰ تھیں۔ آپ کی خوراک انتہائی قلیل تھی اور شاید یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صحت منداور بھرپور زندگی گذاری۔

دوسروں کے لئے دعائیں بہت کیا کرتی تھیں۔ ان کا چھوٹا سا بھی کام کر دیں تو بہت زیادہ دعائیں کیا کرتی تھیں۔ مجھے خصوصاً کہا کرتی تھیں: ''فائزہ تمہیں میری دعائیں ضرور لگیں گی'' جب فالج کا حملہ ہوا تو وہ بستر پر تھیں تو میں اُن کے سارے کام کیا کرتی تھی تو وہ کہتی فائزہ: ''تمہارے جنت میں گھر ہوں''۔ ایک دن میں انہیں صاف کر رہی تھی تو مجھے کہنے لگیں میں ساری عمر تمہاری پوجا کروں گی تو میں نے کہا امی کیوں مجھے گناہ گار کرتی ہیں۔ آپ بس دعائیں ہی کیا کریں۔ افسوس کہ ہم ان کی دعاؤں کے خزانے سے محروم ہوگئے ہیں۔ کوئی ان سے ملنے آتا تو بہت خوش ہوتیں اور بہت خوش دلی سے اس کی تواضع کرتیں۔ بچہ ہو یا بڑا اُن کی صحبت میں بہت خوش ہوتا تھا۔ تحفے لینے اور دینے پر بہت خوش ہوتی تھیں اور بہت دل کھول کر تعریف کرتیں۔

جیسا کہ آپ کا نام حمیدہ تھا ایسے ہی آپ کی خصوصیات اور عادتیں بھی حمیدہ تھیں۔ ان کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے سے جہاں ان کے خاندان اور عزیز و اقارب غمزدہ ہیں وہیں ہم سب ان کی جدائی سے غمگین ہیں کہ ان کا وجود ہمارے درمیان ایک خوشگوار جھونکے کی مانند تھا۔

اس فانی دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی میں اُن کے پاس تھی۔ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اُن کی سانسیں مشکل تھیں۔ لیکن فرشتہ اجل بلانے آیا تو کوئی اذیت نہ تھی۔ کوئی آواز نہ تھی۔ بس اُن کی سانسیں چل رہی تھی اور وہ خود بہت خاموشی سے دیکھے جارہی تھیں۔ ہم آوازیں دیں لیکن وہ کسی اور ہی دنیا کو دیکھ رہی تھیں اور بہت ہی پُرسکون انداز میں اُن کی روح جسم عنصری سے پرواز کرگئی۔ خدا تعالیٰ اُن کو اپنی جوارِ رحمت میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے اور اُن کی کوئی بھی خطائیں ہوں انہیں معاف فرمائے اور ہماری ذات سے جو کوتاہیاں ہوئی ہوں ان پر ہمیں بھی معاف فرمائے اور ہماری آل اولاد کو بھی نیک رستہ دکھائے۔ آمین

تقریب عید میلاد النبیؐ

مورخہ 2 فروری 2014ء کو مرکزی انجمن کے زیر اہتمام جامع دارالسلام میں عید میلاد النبیؐ منانے کے لئے ایک تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں کثیر تعداد میں مرد، خواتین و بچوں نے شرکت کی۔

تقریب کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے کیا گیا جو قاری فضل الٰہی صاحب نے کی۔ اس کے بعد جناب مظفر احمد صاحب نے رسول کریم صلعم کی حیات طیبہ اور آپؐ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں ملفوظات مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے اور محترمہ وجیہہ فرحان صاحبہ نے رسول کریم صلعم کی تعریف اور آپؐ کے حضور نعت کا نذرانہ پیش کیا۔ اس کے بعد فضل حق صاحب، آفتاب احمد صاحب، میجر اعجاز الحق بٹ صاحب، قاری غلام رسول صاحب، قاری ارشد محمود صاحب اور جنرل سیکرٹری جناب عامر عزیز صاحب نے نبی کریم صلعم کی سیرت طیبہ پر اپنے بیش قیمت گل ہائے عقیدت پیش کئے۔ تمام مقررین نے رسول کریم صلعم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور حاضرین کو آپؐ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی تلقین فرمائی۔

سب سے آخر میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ نے سیرت رسولؐ پر بصیرت افروز تقریر فرمائی اور ملک اور قوم کی خوشحالی کے لئے دعا کروائی۔

تقریب کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

اُمت مُسلمہ اوراس کی خصوصیات

خطبہ جمعۃ المبارک،فرمودہ قاری غلام رسول صاحب

ترجمہ:''تم سب اچھی جماعت ہو جولوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے تو یقیناً ان کے لئے اچھا ہوتا، ان میں کچھ مومن ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں''۔(سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

اس آیت کی تشریح میں حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اُمت محمدیہ کا کام دوسروں کی تکمیل ہے

للناس میں لام انتفاع کے لئے ہے یعنی تمہارا ظہور لوگوں کی بھلائی کے لئے ہے۔اسی لئے آگے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا ہے یعنی تمہارا دنیا میں نیکیوں کی تعلیم دینا اور نیکیوں پر لوگوں کو قائم کرنا اور بدیوں سے روکنا ہے اور اسی لئے تومنون باللّٰہ کو جو کمال نفس کا مرتبہ ہے۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے، جو دوسروں کی تکمیل کے لئے ہے۔ پیچھے رکھا ہے کیونکہ اصل غرض یہاں یہی ظاہر کرنے کی ہے کہ تمہارا کام دوسروں کی تکمیل ہے اور تومنون باللّٰہ یا ان کے اپنے کمال نفس کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ تا یہ معلوم ہو کہ وہ ایسی باتیں دوسروں کو نہیں کہتے جو خود نہ کرتے ہو بلکہ اگر دوسروں کی تکمیل چاہتے ہو تو اپنے نفس کی تکمیل بھی کرتے ہیں۔

اُمت کی فضیلت

اس آیت میں مسلمانوں کو بہترین اُمت قرار دیا گیا ہے بعض نے کہا کہ یہ صرف صحابہؓ کے لئے ہے۔مگر اوّل تو یہاں لفظ کان کا استعمال اس کے خلاف ہے۔دوسرے کوئی وجہ اس قید کی نہیں،تیسرے حدیث سے بھی ثابت ہے کہ ساری اُمت کو بھی خیر الامم کہا ہے چنانچہ امامِ احمد نے یہ حدیث روایت کی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجھے وہ کچھ دیا گیا جو اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا، میری نصرت رُعب سے کی گئی اور مجھے زمین کے خزانے دیئے گئے اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے مٹی پاک کرنے والی بنائی گئی اور میری اُمت بہترین اُمت بنائی گئی، بے شک صحابہؓ خود اس اُمت میں سے بھی بہترین گروہ ہے اور اس کی شہادت قرآن کریم سے ملتی ہے کہ ان کو رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کی سند دی لیکن یہاں ساری اُمت کی افضلیت کا دوسری اُمتوں پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور اگر اس اُمت کے معلّم اور مذکّی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام روحانی معلّموں اور مذکیّوں سے افضل ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آنجنابؐ کے شاگرد تمام انبیاء کرام کے شاگردوں سے افضل نہ ہوں۔یہ افضلیت کس بات میں ہے اس کی وجہ خود بتا دی ہے۔ایک یہ کہ اُمت دنیا کے تمام لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ہر ایک نبی کی اُمت زیادہ تر اپنی قوم کی بہتری میں کوشاں رہی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے قومیت کا نشان مٹا کر ان کو تمام لوگوں کی بھلائی کے چاہنے والے قرار دیا گیا، وہ صرف مسلمانوں کا ہی بھلا نہیں چاہتے بلکہ ہر ایک قوم اور ہر ایک ملّت کے لوگوں کا بھلا چاہنے والے ہیں۔قومی تفریقوں کو اسلام نے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا اور دوسری وجہ فضیلت کی ان کا آمر بالمعروف اور نھی عن المنکر ہونا ہے یعنی بھلائیوں کا حکم دینے والے اور بدیوں سے روکنے والے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلے انبیاء کرامؑ کی امتیں یہ کام نہ کرتی تھیں؟ اصل بات یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام انبیاء کرامؑ کا کام ہے، اور گو سابقہ اُمتیں بھی ایک حد تک اس کام کو کرتی تھیں مگر ان کا کام بہت محدود تھا اور کئی رنگ میں محدود تھا اور پھر ان کے اندر وقتاً فوقتاً انبیاء کرامؑ کی بعثت ہوتی رہتی تھی مگر یہ انبیاء کرامؑ کا کام پہلے سے ایک نہایت وسیع پیمانہ پر اسی اُمت کے سپرد کیا گئی ہے۔کل دنیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور قوائے انسانی کی ساری شاخوں کی پرورش کرنا اور سب کا تذکیہ کرنا یہ وہ عظیم الشان کام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی

نے بھی کر کے نہیں دکھایا چنانچہ سورۃ البقرہ میں اس وجہ سے افضلیت کو صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا:

''یوں ہم نے تم کو اعلیٰ درجہ کی اُمت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو'' (البقرۃ ۲:۱۴۳)

اور یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس اُمت کے علماء کو انبیاء کے وارث اور انبیائے بنی اسرائیل کے مثیل قرار دیا گیا ہے اگر اس امت میں کسی نبی نے آن کر کام کرنا ہوتا تو اُمت کی بحیثیت اُمت افضلیت دیگر امم پر جاتی رہتی پس نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی اس اُمت کے اندر آ کر کام کر سکتے ہیں کیونکہ اس طرح بھی اُمت کی فضیلت جاتی رہتی ہے اور نہ کوئی دوسرا نبی اس اُمت کے اندر پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ اس طرح بھی اُمت کی فضیلت دوسری اُمتوں پر نہیں رہتی۔

فضیلت کا ثبوت

اور یہ دعویٰ کہ تم بہترین اُمت یا خیر الاھم ہو بلا ثبوت نہیں چھوڑا گیا۔ جس رڈی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو پایا۔ کیا بلحاظِ عقائد کے، اور کیا بلحاظ اعمال کے اور کیا بلحاظ جہالت کے، ایسی بدترین حالت کی قوم اور کسی نبی کو اصلاح کے لئے نہیں دی گئی۔ مگر باوجود ایسی رڈی حالت میں پانے کے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی نے ان کو ایمانی اور عملی پہلو کے لحاظ سے اور تعلیم وتہذیب کے لحاظ سے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچایا کہ کسی نبی نے اپنی اُمت کو اس مقام پر نہیں پہنچایا وہ نہ صرف زہد وعبادت میں تمام دنیا کو قوموں سے آگے بڑھ گئے بلکہ ہر طرح کے اخلاقِ فاضلہ کے زیور سے آراستہ ہو کر ہر پہلو میں دنیا کے ہادی اور رہبر بنے۔ کیا فتوحاتِ ملکی کے لحاظ سے، کیا سیاست کے لحاظ سے، کیا تمدن اور معاشرت کے لحاظ سے، کیا علوم کے لحاظ سے، کیا تہذیب کے لحاظ سے، کیا آزادی خیال کو قائم کرنے کے لحاظ سے اور کیا مساوات نسل انسانی کے قائم کرنے کے لحاظ سے۔ (بیان القرآن جلد اوّل ص ۲۵۳)

سورہ المائدہ کی آیات نمبر ۷۹۔۷۸ میں یہود و نصاریٰ پر لعنت کی گئی ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکتے نہیں تھے۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''قوم کی ترقی اسی وقت تک رہتی ہے جب ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکنے والے ہوں۔ یہی مرض اب مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گیا ہے کہ بُرے کام ہوتے دیکھتے ہیں، خلاف قرآن وحدیث چاروں طرف ہو رہا ہے مگر جو خود شاید بچتے بھی ہوں وہ دوسروں کو کچھ نہیں کہتے اور انہی مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ غیرت اسلامی ہوتی تو کم از کم الگ ہی رہتے اور چاہیے تو یہ تھا کہ روکتے۔

(بیان القرآن جلد اوّل ص ۴۴۰)

قرآن کریم میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 104 میں ایک جماعت کا وجود ضرور قرار دیا ہے جو دین کی دعوت دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ خلافت راشدہ کے مبارک زمانہ میں جب اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم تھا تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے باقاعدہ محکمے قائم تھے۔ حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بدترین حالت کسی قوم کی وہ ہوتی ہے جب اپنے لوگوں کو بُرا کرتے دیکھیں اور اس سے روکیں نہیں''۔ (بیان القرآن جلد اوّل ص 251)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب سے افضل جہاد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا خدا کی زمین پر اس کا خلیفہ اور اس کے رسول کا خلیفہ ہے۔''

بدقسمتی سے آج امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہونے سے معاشرہ بے شمار برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اور لوگ ایمان کے کمزورترین درجے میں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اس کی طاقت نہ ہو تو دل سے بُرا جانے یہ ایمان کا کمزورترین درجہ ہے'' (مسلم شریف)

آج علماء ومشائخ کو تبلیغ سے اور حکمرانوں کو قانون کے نفاذ سے برائیوں کو روکنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا حضرت مولانا محمد علیؒ سے حسنِ ظن اور جماعت احمدیہ لاہور کی غرض

از: ملک بشیر اللہ خان راسخ

100 سال میں قافلہ مسافتوں کے بعد دسمبر 2013ء کے آخری دنوں میں کس منزل پر پہنچ رہا ہے !!!

امام زمانہ مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش

خط بنام، حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

آپ محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب ۔۔۔۔ مجھے آپ پر نہایت نیک ظن ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اس عرصہ میں بہت ترقیات کرلیں گے۔ میرا مدّت سے ارادہ ہے کہ اپنی جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کروں۔ ایک وہ گروہ جو کچھ دنیا کے ہیں اور کچھ دین کے اور بڑے بڑے امتحانوں کی برداشت نہیں کرسکتے اور دین میں بڑے کام نہیں کرسکتے۔ دوسرا گروہ جو پورے صدق اور پوری وفاداری سے اس دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔ اور درحقیقت اپنے تئیں اس راہ میں بیچتے ہیں سو میں چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو دوسرے گروہ میں سے کرے۔ آپ 15 مئی ۹۹ء کے گذرنے کے بعد اس لمبی رہائش کے ارادہ سے تشریف لے آویں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو بہت ثواب ہوگا۔ اس عرصہ میں اگر کسی اور امتحان کا ارادہ ہو تو اس گوشہ تنہائی میں وہ ارادہ بھی پورا ہوسکتا ہے کیونکہ وقت بہت ملے گا۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کہ بہت مبارک ہوگا۔۔۔ زیادہ خیریت۔ (مجاہد کبیر)

والسلام

خاکسار، مرزا غلام احمد عفی عنہٗ

اوپر والا آخری خط مولانا محمد علی صاحب کو اس وقت ملا جبکہ آپ اورنٹیل کالج کی ملازمت کو چھوڑ رہے تھے اور وکالت کی پریکٹس کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے آپ گورداسپور میں کوٹھی کرایہ پر لے چکے تھے اور کتب اور فرنیچر بھی خرید لیا تھا اور ایک منشی نوکر رکھ چکے تھے۔ وکالت کی پریکٹس شروع کرنے سے پہلے آپ نے قادیان حضرت صاحب کے پاس کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اور ۱۵ مئی کے لگ بھگ آپ کا لاہور سے روانہ ہونے کا ارادہ تھا۔ اس تاریخ کے ساتھ آپ کی زندگی کا پہلا دور ختم ہوتا ہے۔ جو پچیس سال پر مشتمل ہے۔

یہ نوجوان آپ کی خدمت میں، آپ کے قدموں میں اور آپ کی غلامی میں زندگی بسر کرنے کا مصمم ارادہ کرکے 1900ء میں حضور کے پاس چلا گیا۔

جماعت احمدیہ لاہور قائم کرنے کی وجوہات

مرزا بشیر الدین محمود صاحب کا کل مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دینا جبکہ مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ **"میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا۔ ابتداء سے میرا یہی مذہب کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا"۔ (تریاق القلوب صفحہ 130)**

سراسر خلافِ عقل اور خلاف واقعہ تھا حالانکہ تکفیر المسلمین کا یہ عقیدہ جو کہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے بنایا ہے اس عقیدہ کا نام ونشان حضرت اقدسؑ کی ابتدائی یا بعد والی کتب میں کہیں نہیں ملتا۔

ابتدائی کتب میں عقیدہ اور زندگی کی آخری کتب میں عقیدہ

1907ء میں مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے ایک سال قبل آخری کتاب "حقیقۃ الوحی" صفحہ 120 میں مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو، ہمارے ذمہ یہ لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے 20 کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا ہے حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں مشہور کرڈالا کہ ہم کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتوؤں سے

ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے ان کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود ہی سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر ٹھہراویں آپ، اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر جھوٹ، خیانت اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے اور جبکہ ہمیں اپنے فتوؤں کے ذریعے سے کافر ٹھہرا چکے ہیں اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر اُلٹ کر اُسی پر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب الٰہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے''۔

یہ مسیح موعود علیہ السلام کی آخری دنوں کی تحریر ہے۔ اب کوئی ابہام، شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں قرار دیا۔

مسیح موعود علیہ السلام کفر سے متعلق اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں بیان کر رہے ہیں:

''یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ جناب الٰہی میں کیسی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن جاتا۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے جس پر ہم اس دنیا سے گزریں گے۔''

مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور عقیدہ مذکورہ تحریر سے بھی واضح ہو گیا۔ اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ ''المسیح الدجال'' میں میرے پہ یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ میری کوئی ایسی کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہو''۔

مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تردید کافی ہے اور آنکھیں رکھنے والوں کے لئے سبق بھی۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم چاچڑاں والے جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کو دل سے سچا مانا اور منہ سے اقرار بھی کیا مگر مرزا صاحب کی بیعت نہ کی۔ اس کے باوجود مرزا صاحب نے آپ کو عبد صالح کہا اور مزید خواجہ غلام فرید کو فرید وقت در صدق و صفا کا خطاب دیا۔

''عشق الٰہی وسے منہ سے ولیاں ایہہ نشانی''

جسمانی حسن کے ایک یا دو خریدار ہوتے ہیں اور حسن روحانی جو حسن معاملہ صدق و صفاء اور محبت الٰہی کی تجلی کے بعد انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ مستعد (مستور) دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ جیسے شہد، چیونٹیوں کو عجیب حسن ہے جس کے خریدار کروڑ ہا کروڑ ہوتے ہیں۔

مومنوں کا نور ان کے چہرہ پر دوڑتا ہے اور مومن اس حسن سے شناخت کیا جاتا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں نور ہے۔ تو مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو مومن کی پہچان تو جوانی میں ہو چکی تھی تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ کسی گدی نشین شاہ کو پہچان نہ سکیں یا کسی مومن اور متقی کو پہچاننے میں کوئی مشکل پیش ہوتی۔

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اوّل درجہ کے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ میں نے ان کو دینداری میں اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع، باحیا، نیک، اندرون پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔ ہونہار اور ہمہ صفت موصوف ہیں۔''

الغرض یہ نکتہ قابل غور و فکر ہے کہ کسی بھی ولی، محدث، مجدد کے انکار کفر نہیں اور یہی صحیح عقیدہ ہے۔

☆☆☆☆

درس قرآن ۔ ۳۷

نصیر احمد فاروقی مرحوم ومغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ’’اور عورتوں کے لئے حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے (عورتوں پر) حقوق ہیں۔ اور مردوں کو ان پر ایک درجہ (یعنی ایک فضیلت) ہے۔ یہ (آپس کے حقوق) پسندیدہ طور پر (با عمدگی سے) ادا کئے جائیں۔ اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔‘‘ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۸)

میں نے آج کے درس کے لئے مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے پر حقوق کے نازک مسئلہ کو لیا ہے۔ نسلِ انسانی مردوں اور عورتوں میں تقریباً آدھی آدھی بٹی ہوئی ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ نہایت اہم اور عالمگیر ہے۔ ابتدائے آفرینش سے مردوں نے اپنی جسمانی طاقت کی برتری کی بناء پر عورتوں پر حکومت کی۔ اسلام کے آنے سے پہلے اہل عرب میں عورت کی حیثیت کچھ نہ تھی۔ جائیداد کی دوسری چیزوں کی طرح وراثت میں مرد اُن کو حاصل کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی سوتیلی ماؤں تک کو بھی اور ان کو چاہتے تو بیوی بنا لیتے اور چاہتے تو کسی کو دیدیتے یا بیچ دیتے۔ گھر میں بیٹی پیدا ہونا اس قدر باعث ذلت سمجھا جاتا تھا کہ باپ اپنا منہ شرم سے چھپائے پھرتا تھا یہاں تک کہ موقعہ پا کر جا کر زندہ بیٹی کو مٹی میں گاڑ آتا تھا۔ ہندوؤں میں بھی عورت گائے بھینس کی طرح مرد کی جائیداد قانوناً تھی۔ عورت کے حقوق کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں عورت وہ ناپاک ہستی تھی جس نے شیطان کے ورغلانے میں آ کر آدم کو پھُسلایا اور نہ صرف جنت سے نکلوایا بلکہ نسل آدم کو ہمیشہ کے لئے گنہگار کر دیا۔ اسی لئے مذہب عیسائیت جو آج رائج ہے اس کے بانی مبانی پولوس(Saint Paul) نے عورت کو بہت بُرا بھلا کہا۔

قرآن کریم نے آن کر نہ صرف عورت کو وہ حقوق عطا فرمائے جو آج مغربی ممالک جنہیں اپنی آزادی نسواں پر بڑا ناز ہے وہاں بھی عورت کو میسر نہیں بلکہ پیشگوئی کی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ زندہ عورت درگور عورت سے سوال کیا جائے گا کہ تجھے کس گناہ کی بناء پر قتل کیا گیا؟ (سورت التکویر ۸۱ آیت ۸۔۹) مفسرین نے اس پیشگوئی کو آخرت کے محاسبہ پر لگایا ہے مگر اگر بشرط زندگی وتوفیق میں سورت التکویر پر انشاء اللہ درس دے سکا تو میں روز روشن کی طرح دکھاؤں گا کہ اس عجیب سورت میں اس زمانہ کے متعلق ایسی حیرت انگیز پیشگوئیاں کی گئی ہیں کہ اس زمانہ میں پوری ہو کر انہوں نے قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے پر ایسا ثبوت دیا ہے کہ کوئی انصاف پسند انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

چنانچہ وہ زمانہ ہمارے سامنے ہے مگر انسانی فطرت کی کمزوری ہے کہ وہ افراط اور تفریط کے دو انتہائی کناروں تک جا پہنچتی ہے۔ مثلاً یا تو دنیا میں اس قدر انہاک ہے کہ دنیا خدا بنی ہوئی ہے جسے پوجا جاتا ہے اور جسے پانا انسانی زندگی کا مقصد سمجھا جاتا ہے یا پھر بالکل تارک الدنیا ہو کر سادھو یا راہب یا نن یا بھکشو بن کر زندگی گذارنے میں نجات سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح کہاں تو ہزاروں سال سے عورتیں پاؤں کی جوتی بنی ہوئی تھیں یا کہاں آج وہ زمانہ آ گیا ہے کہ وہ مردوں پر برتری اور حکومت حاصل کرنا چاہتی ہیں اور مغرب زدہ مسلمان لڑکیاں بلکہ عورتیں بھی اسلام کے متعلق اعتراض کرتی یا وسواس اپنے دل میں رکھتی ہیں کہ اس عورت کو اس کا حق یا مرد سے برابری نہیں دی گئی۔

سو آیئے دیکھیں کہ اسلام میں عورت کی پوزیشن کیا ہے؟ ہر انسان مرد ہو یا عورت دو چیزوں سے بنا ہوا ہے۔ جسم اور رُوح۔ جسم ایک عارضی ٹھکانا ہے رُوح کا۔ جسمانی طور پر انسان کو دوسرے حیوانات سے مشابہت ہے اور بہت سے حیوان جسمانی طور پر انسان سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اگر انسان کو برتری عقل کی وجہ سے ہے تو بہت سے جانور سکھانے پر تھوڑی بہت عقل کی باتیں

کرنے لگتے ہیں مگر وہ چیز جس میں انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت ہے وہ روح ہے جو صرف انسان کو دی گئی ہے اور جو حیوانی زندگی سے علیحدہ اور برتر شئے ہے اور جو اللہ تعالیٰ صرف انسان میں اس کی تخلیق پر پھونکتا ہے جیسا کہ فرمایا: ''اور جب میں انسان کو ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکوں تو تم (فرشتے) اس کے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گر پڑنا'' (سورۃ الحجر ۱۵ آیت ۲۹)

یہی رُوح ہے جس کی وجہ سے انسان کی اصل فضیلت ہے ۔ یہی وہ رُوح ہے جو تخلقوا با خلاق اللہ کے حکم نبویؐ کے بموجب الٰہی اخلاق اپنے اندر پیدا کرسکتی ہے یا الٰہی رنگ میں رنگین ہوسکتی ہے ۔ (قرآن) ۔ یہی وہ رُوح ہے جو جسم کے مرنے پر اگلے جہان میں چلی جاتی ہے اور وہاں پر اگلی زندگیوں میں نیا اور بہتر جسم پاکر ہمیشہ کی زندگی پاتی ہے ۔

تو آیئے دیکھیں کہ اس رُوح انسان کے معاملہ میں مرد وعورت کی کیا پوزیشن ہے؟ سورۃ النساء کی پہلی آیت اس پر روشنی ڈالتی ہے: ''اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ کرو جس نے تم کو ایک ہی رُوح سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلادیں'' ۔

تو جہاں تک رُوح کا تعلق ہے تمام مرد اور عورتیں ایک ہیں ۔ اس سے بڑھ کر مساواتِ انسانی اور مرد وعورت کی برابری کیا ہوسکتی ہے؟ اور اسی لئے روحانی ترقی اور منازل دونوں ایک جیسے ہی حاصل کرسکتے ہیں ۔ قرآن کریم کی مختلف جگہوں میں سے صرف ایک جگہ سے سنیئے ۔

''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں ، اور صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی اختیار کرنے والے مرد اور فروتنی اختیار کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ نے اپنی مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کیا ہے'' ۔ (سورۃ الاحزاب ۳۳ ۔ ۳۵)

پھر عورت پر مرد کی طرح وحی الٰہی بھی نازل ہوسکتی ہے جیسا کہ حضرت مریم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے واقعات میں قرآن مجید میں مذکور ہے ۔ اس سے بڑھ کر کسی انسان، مرد ہو یا عورت، کے لئے عزت کا مقام نہیں ہوسکتا ۔

مگر اہلِ مغرب کو (جہاں سے ہمارے مغرب زدہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں متاثر ہوتی ہیں) اب روحانی یا اخلاقی قدروں یا باطنی ترقیات کی زیادہ پرواہ نہیں رہی بلکہ وہ ان کا تمسخر اڑاتے ہیں ۔ ان کا خدا اب پیسہ دولت ہے ۔ تو چلئے اسی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں تو قرآن کریم وہ واحد الہامی کتاب ہے جس نے آج سے ۱۴۰۰ سو سال پہلے عورت جو بطور خود جائیداد کا حصہ سمجھی جاتی تھی اسے جائیداد کا مالک بنایا اور اسے وراثت میں سے اس کی ہر ایک حیثیت میں حصہ دلایا یعنی بطور بیٹی کے، بطور بہن کے، بطور بیوی کے، بطور ماں کے، کیا کسی اور مذہب یا ملک نے اس طرح جائیداد یا دولت میں قانونی حقوق آج بھی عورتوں کو دیئے ہیں؟ مغربی ممالک میں اگر مرد کا دل چاہے تو عورت کو کچھ دیدے مگر عورت کا کوئی حق نہیں ۔ قرآن کریم نے یہ مال و دولت میں سے عورتوں کو معتدبہ حقوق و حصے آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے دیئے جبکہ تمام دنیا میں عورت کو مال و دولت میں سے حصہ تو کیا ملنا تھا وہ خود مرد کی جائیداد سمجھی جاتی تھی ۔ اس پر مغرب زدہ لڑکیاں اور عورتیں اعتراض کرتی ہیں کہ عورتوں کو مرد سے آدھا حصہ کیوں دیا؟ اس کی وجہ قرآن کریم سے سنئے:

''مرد عورتوں کی روزی اور ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں ۔ اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس کی وجہ سے کہ وہ (مرد) اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں'' ۔ (سورۃ النساء ۴: ۳۴)

مرد کو کہا کہ چونکہ تم کو اللہ نے عورت پر جسمانی طور پر فضیلت دی ہے (یعنی زیادہ طاقتور اور مضبوط دل کا بنایا ہے) اس لئے عورت کی حفاظت کے تم ذمہ دار ہو اور اس کے نان ونفقہ کے بھی جس پر اپنے مال میں سے خرچ کرو ۔ حالانکہ عورت کو اجازت دی ہے کہ وہ بھی جائز طریقہ سے خود بھی دولت کمائے جیسا کہ فرمایا:

''مردوں کا حق ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا حق ہے جو وہ کمائیں'' ۔

(سورۃ النساء ۴: ۳۲)

مگر اس کے باوجود بیوی بچوں کے رزق کا متکفل مرد کو بنایا ۔ عورت اپنی مرضی سے اس میں حصہ بٹائے تو اور بات ہے ورنہ ذمہ داری مرد پر ہے ۔ پھر مرد کو

کہا کہ عورت کو مہر دو اپنی حیثیت کے مطابق جو سونے چاندی سے ڈھیر تک ہو سکتا ہے ایک امیر خاوند کے لئے (سورۃ النساء۴: ۲۰) مگر عورت کے مال میں سے مرد کو کوئی مہر نہیں دلوایا۔

اہل وعیال کے نان نفقہ کی ذمہ داری کی وجہ سے اگر مرد کو عورت سے جائیداد میں دوہرا حصہ دلوایا تو وہ بالکل حق بجانب ہے اور شادی کے موقع پر جو زیور کپڑا مرد عورت کو دیتا ہے اس میں سے بھی مرد کو کہا کہ کچھ واپس مت لو خواہ وہ طلاق کا موقع ہو جیسا کہ فرمایا کہ: ''یعنی تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس میں سے کچھ واپس لو جو تم نے عورتوں کو دیا ہے سوائے اس کے کہ عورت طلاق مانگے تو وہ اپنی خوشی سے بطور فدیہ کچھ دیدے'' (سورۃ البقرہ۲: آیت ۲۲۹) (باقی آئندہ)

تعزیت برائے ملک غلام علی صاحب

☆☆☆☆

مورخہ 9 فروری 2014ء بروز اتوار تین افراد پر مشتمل ایک وفد (آفتاب احمد صاحب، فضل حق صاحب (صدر شبان الاحمدیہ)، آفتاب احمد (پشاور) ''شیخ محمدی جماعت'' کے بزرگ ملک غلام علی صاحب کی وفات پر اُن کے اہل خانہ سے تعزیت کے لئے گئے۔

پشاور میں مرکز کی طرف سے متعین مبلغ طیب اسلام صاحب نے ہمارا استقبال کیا اور ہماری خاطر تواضع کا انتظام کیا۔

کچھ نوجوانان بھی ملنے آئے جن میں فہد فرمان صاحب، ولید نصیر اور فہد نصیر صاحب آئے جن سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔

اگلے روز بروز سوموار یہ وفد شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے پُر جوش ممبر شیراز احمد سے ملنے ان کے میڈیکل سٹور پر گئے جہاں تھوڑی ہی دیر بعد صاحبزادہ سید لطیف صاحب جو کافی کمزور نظر آرہے تھے لیکن اپنی بیماری کی پرواہ کئے بغیر ہم لوگوں سے ملنے چلے آئے۔

کچھ دیر ملاقات کرنے کے بعد شیراز احمد صاحب کے والد محترم مختار احمد خان صاحب ہمیں ملک غلام علی مرحوم و مغفور کے حجرے میں لے گئے وہاں انہوں نے غیر از جماعت افراد کے سامنے ملک غلام علی صاحب کی نماز کے دوران تلاوت کی گئی دو آیات جو انہوں نے اپنے موبائل میں ریکارڈ کی ہوئی تھیں سنائیں۔ ملک صاحب کی تلاوت نے ہمارا یقین ایک بار پھر کامل کر دیا کہ جو لوگ اسلام کے لئے زندگی جیتے ہیں وہ کبھی نہیں مرتے۔ ملک صاحب کی ایمان افراز زندگی پر انشاءاللہ پیغام صلح کے آئندہ شمارہ میں ایک مضمون بھی شائع کیا جائے گا۔

نماز ظہر شیخ محمدی میں طیب اسلام کی اقتداء میں پڑھی۔ نماز کے بعد آفتاب احمد (شیخ محمدی) کے گھر انتہائی پُر تکلف کھانے کا انتظام تھا۔ اس کے بعد مختار خان صاحب ہمیں بشارت بھائی کی عیادت کے لئے ان کے گھر لے گئے جو چند کافی بیمار رہے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے بہتر ہیں۔ اُنہوں نے بھی ہماری خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

جیسے ہی ہم واپس پشاور پہنچے تو وہاں شیراز احمد صاحب ہم سب کو لے کر پشاور کے مشہور ہوٹل لے گئے لیکن ہم بھوک نہ ہونے کے باوجود ان کے خلوص کو نہ ٹھکرا سکے۔ شیراز احمد صاحب کے میڈیکل سٹور پر دو نوجوان احتشام احمد اور آفاق احمد اپنے سکول کے بعد تھوڑی دیر شیراز میڈیکل سٹور پر کام کرتے ہیں اور انہیں جو اُجرت ملتی ہے اس سے وہ بچے بچت کر کے الگ رکھ لیتے ہیں کہ جب ہم لوگ سالانہ دعائیہ پر جائیں گے تو اپنے اخراجات سفر ہمارے پاس ہوں اور ہمیں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں۔ ہمیں یہ بات سن کر انتہائی خوشی ہوئی کہ ان بچوں کو کتنی پاک تربیت دی جارہی ہے اور یہ ہم سب کے لئے یاد رکھنے والا سبق ہے۔ شیراز میڈیکل سٹور پورے بازار میں احمدیت کی لاج رکھی ہوئی ہے۔ پورا بازار انہیں ایماندار احمدی کی حیثیت سے جانتا ہے اور یہی اصل تبلیغ ہے۔

اگلے ہی روز ہم پشاور جماعت کے احمدی بھائیوں کی مہمان نوازی کی یادیں لئے واپس لاہور آ گئے۔

اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا ہے کہ اللہ ان لوگوں کا باقی جماعتوں کے لئے باعث تقلید بنائے اور ان لوگوں کو دین اور دنیا کی خوشیاں دے۔ جس طرح یہ لوگ اب دین کے ساتھ انتہائی شاندار دنیا بھی لئے ہوئے ہیں۔

آفتاب احمد صاحب (احمدیہ بلڈنگس)

جماعتی خبریں

وفات حسرت آیات

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

محترم غلام علی صاحب (شیخ محمدی، پشاور)

پشاور کے ہمارے نہایت مخلص اور عبادت گذار بزرگ محترم غلام علی صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ یہ پشاور کے علاقہ شیخ محمدی میں رہائش رکھتے تھے۔ سالانہ دعائیہ میں نماز فجر اور دیگر نمازوں میں ان کی تلاوت قرآن مجید انتہائی رقت آمیز اور موثر لہجہ میں سننا نماز میں سرور پیدا کرتا تھا۔ ان کی شخصیت میں انکساری اور گرمجوشی کا رنگ لوگوں کو ان کا گرویدہ بنا دیتا تھا۔ ان کی وفات شیخ محمدی کی جماعت اور پوری پاکستان کی جماعت احمدیہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے۔

محترم اسرار زیدی صاحب، لاہور

محترم اسرار زیدی صاحب ایک علم دوست اور تحریک احمدیتؑ کے مطالعہ کا خاص شوق رکھتے تھے۔ دارالسلام، لاہور میں مختلف احباب سے تبادلہ خیالات کرنے کے لئے بطور خاص تشریف لاتے۔ وہ اپنی فیملی میں واحد شخص تھے جو جوانمردی سے حق کا ساتھ دیتے تھے۔ کوشش کر کے نماز جمعہ اور دیگر تقریبات میں شریک ہوتے۔ ان کی وفات سے ہم ایک مخلص اور دیندار بھائی سے محروم ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور حق کے لئے انہوں نے جو مشکلات برداشت کیں ان کا اِن کو اجر دے۔

محترم ضیاء اللہ صاحب، لاہور

محترم ضیاء اللہ صاحب ایک صاحب علم اور اہل قلم احمدی تھے۔ ان کی کتاب ''ہمارا خالق''، جس کا انگریزی میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے، خاص شہرت رکھتی ہے۔ ان کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی اور علم الکلام سے بخوبی واقف تھی اور تحریک احمدیت کے دونوں فریقوں کے عقائد کے بارے میں اپنی صائب رائے کا اظہار نہایت دلیری سے کرتے تھے۔ علم دوست اور دین کے جذبہ رکھنے والے حلقہ احباب میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔

دارالسلام میں احباب سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ ان کی وفات سے ہم ایک بزرگ ترین احمدی کے وجود سے محروم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں انتہائی امن اور سکون کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

شیخ ظفر اللہ صاحب (سیالکوٹ چھاؤنی)

جماعت سیالکوٹ چھاؤنی کی نہایت مخلص اور سرگرم خاتون بیگم رشیدہ ظفر صاحبہ کے خاوند اور ڈاکٹر جواد احمد صاحب، انگلستان کے سسر شیخ ظفر اللہ صاحب جو کچھ عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ 23فروری 2014ء کو سیالکوٹ کے ایک نجی ہسپتال میں قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

ادارہ ان کے بیٹے نصر اللہ شیخ صاحب، خیام ظفر صاحب اور ان کی بیٹیاں سیمیں اسد صاحبہ اور ارم جواد صاحبہ اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مندرجہ بالا چاروں احباب کی نماز جنازہ غائبانہ جامع دارالسلام، نیوگارڈن ٹاؤن میں ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

بن ہی جاتا ہے ایک دن کُندن

خواہشِ نفس جو کچلتا ہے ‏ دامِ شیطان سے بچ نکلتا ہے
رحم یارب کہ سایہ ظُلمت ‏ نُور کے ساتھ ساتھ چلتا ہے
عمر بھی گھٹ رہی ہے ویسے ‏ جیسے جیسے یہ وقت ڈھلتا ہے
موت ہر ذی نفس کو آئے گی ‏ کس کے سر سے یہ وقت ٹلتا ہے
کل اسی خاک میں سمائے گا ‏ آج جس پر اکڑ کے چلتا ہے
اک فسانہ ہے جامِ آب حیات ‏ نظمِ فطرت کہاں بدلتا ہے
جانے والا جہاں سے وقت سفر ‏ یاس و حسرت سے ہاتھ ملتا ہے
نفس کی سرکشی معاذ اللہ ‏ میں سنبھلتا ہوں یہ مچلتا ہے
منکرین خدا یہ بتلائیں ‏ کیڑا پتھر میں کیسے پلتا ہے
کس طرح اس پہ اعتماد کریں ‏ اپنے اقوال جو بدلتا ہے
بن ہی جاتا ہے ایک دن کُندن ‏ عشق کی آگ میں جو جلتا ہے
آئینہ دل کا ناصحِ ناداں ‏ حسنِ اخلاق سے پگھلتا ہے
معصیات حیات رفتہ پر ‏ آنکھ روتی ہے دِل اُبلتا ہے

آدمی وہ ہے جس کا اے عاجز
خوفِ محشر سے دل دہلتا ہے

(پیغام صلح، جنوری 1982ء)

جالینوس

خلاصہ کلام

کل ہم سے ایک دوست نے پوچھا تھا اِک سوال
اور اُس کی بات سُن کے ہوا تھا ہمیں ملال
"گو نام کے سہی پر مسلمان تو ہیں ضرور
کیوں ربِّ ذوالجلال کو آتا نہیں خیال"
اب کون سادہ لوح مسلماں سے یہ کہے
کوئی اذان دینے سے بنتا نہیں بلالؓ
جب اتفاق اور اخوت نہیں رہے
پھر کیوں ہے انتظار کہ دیکھیں کوئی کمال
وہ دن بھی تھے کہ غیب سے نصرت کا دور تھا
بے وجہ بے سبب تو نہیں صورتِ زوال
ہم کو تو رنگ و نسل کے عضریت کھا گئے!
اور سب سے بڑھ کے فرقہ پرستی کا اِک وبال
جو مطلب نہیں تو ابابیل بھی نہیں
آ جائے جو فلک سے کوئی چھوڑ دو خیال

(پیغام صلح، اگست 1982ء)

☆☆☆☆